ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۵ ذی قعدہ ۱۳۸۸ھ
۲۴ جنوری ۱۹۶۹ء

جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے
ان کے کرنے پر
سخت سزا کا بیان

قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِہٖٓ اَنْ تُصِیْبَھُمْ فِتْنَۃٌ اَوْ یُصِیْبَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۔ وَقَالَ تَعَالیٰ وَیُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفْسَہٗ ۔ وَقَالَ تَعَالیٰ "اِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِیْدٌ" وَقَالَ تَعَالیٰ وَکَذٰلِکَ اَخْذُ رَبِّکَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰی وَھِیَ ظَالِمَۃٌ اِنَّ اَخْذَہٗٓ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ"

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو لوگ اللہ کے حکم کی (جو بواسطہ رسول صلعم پہنچا ہے) مخالفت کرتے ہیں ان کو اس سے ڈرنا چاہیے کہ ان پر (دنیا میں) کوئی آفت نہ آ پڑے یا (آخرت میں) کوئی دردناک عذاب نہ نازل ہو جائے

نیز اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی ذاتِ عظیم سے ڈراتا ہے۔ (سورہ بقرہ پارہ ۳)

دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ آپ کے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے (بروج پارہ ۳۰)

نیز فرمایا۔ اور آپ کے رب کی دارو گیر ایسی ہی (سخت) ہے۔ جب وہ کسی بستی والوں پر دارو گیر کرتا ہے جب کہ وہ ظلم (کفر) کرتے ہوں۔ بلا شبہ اس کی دارو گیری بڑی سخت ہے۔ (ہود۔ پارہ ۱۲)

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ "اِنَّ اللّٰہَ تَعَالیٰ یَغَارُ وَغَیْرَۃُ اللّٰہِ اَنْ یَّاْتِیَ الْمَرْءُ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ (بہت) غیرت والا ہے اور اللہ تعالیٰ کی غیرت یہ ہے کہ انسان اس چیز کا ارتکاب کرے جو اس پر حرام کر دی ہے۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ وَاِمَّا یَنْزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے اور اگر ایسے وقت میں آپ کو شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آئے تو فوراً اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجیے (فصلت، پارہ ۲۴)

وَقَالَ تَعَالیٰ "اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّھُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَا ھُمْ مُّبْصِرُوْنَ"

دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ یقیناً جو لوگ خدا ترس ہیں جب ان کو کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے آ جاتا ہے تو وہ یاد میں لگ جاتے ہیں۔ سو یکایک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں (اعراف پارہ ۹)

وَقَالَ تَعَالیٰ وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ ذَکَرُوا اللّٰہَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِھِمْ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ ۔ اُولٰٓئِکَ جَزَآؤُھُمْ مَّغْفِرَۃٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ"

نیز خدا فرماتا ہے اور ایسے لوگ جب کوئی ایسا کام کر گذرتے ہیں جس میں زیادتی ہو یا اپنی ذات پر نقصان اٹھاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کو یاد کر لیتے ہیں اور پھر اپنے گناہوں کی معافی مانگ لیتے ہیں اور اللہ کے سوا اور ہے کون جو گناہوں کو بخشتا ہو اور وہ لوگ اپنے فعل پر اصرار نہیں کرتے اور وہ جانتے ہیں ان لوگوں کی جزا بخشش ہے ان کے رب کی طرف سے اور ایسے باغ ہیں کہ ان کے نیچے سے نہریں چلتی ہوں گی اور یہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ اچھا حق الخدمت ہے ان کام کرنے والوں کے (آل عمران پ ۴)

وَقَالَ تَعَالیٰ وَتُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ جَمِیْعًا اَیُّہَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ

نیز اللہ رب العزت فرماتا ہے مسلمانو تم سے جو ان احکام میں کوتاہی ہو گئی ہے تو تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو، تاکہ تم فلاح پاؤ (نور، پارہ ۱۸)

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِیْ حَلِفِہٖ بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰی فَلْیَقُلْ: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ۔ وَمَنْ قَالَ لِصَاحِبِہٖ تَعَالَ اُقَامِرْکَ فَلْیَتَصَدَّقْ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے قسم کھاتے ہیں کہا ہو کہ قسم ہے لات و عزیٰ کی، تو اس کو چاہیے کہ (اس کے بعد) لا الٰہ الا اللہ کہے اور جس شخص نے اپنے ساتھی سے کہا کہ آؤ جوا کھیلیں، (تو بجائے جوا کھیلنے کے) اسے چاہیے کہ صدقہ کرے (بخاری و مسلم)

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَیْسَ مِنْ رَّجُلٍ ادَّعٰی لِغَیْرِ اَبِیْہِ وَھُوَ یَعْلَمُہٗ اِلَّا کَفَرَ وَمَنِ ادَّعٰی مَا لَیْسَ لَہٗ فَلَیْسَ مِنَّا وَلْیَتَبَوَّاْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ ۔ وَمَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْکُفْرِ اَوْ قَالَ عَدُوَّ اللّٰہِ وَلَیْسَ کَذٰلِکَ اِلَّا حَارَ عَلَیْہِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَھٰذَا لَفْظُ رِوَایَۃِ مُسْلِمٍ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے جس شخص نے غیر باپ کو دانستہ اپنا باپ بنایا تو اس نے کفر کیا اور جس شخص نے غیر کی چیز کو اپنی ملک میں سے ظاہر کیا وہ ہم میں سے نہیں ہے اور اس کو اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا لینا چاہیے اور جس شخص نے دوسرے کو کافر یا خدا کے دشمن کہہ کر پکارا اور واقعہ میں وہ ایسا نہیں ہے تو کفر اسی دکھنے والے پر لوٹ آئے گا۔ امام بخاری و مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور یہ الفاظ امام مسلم کی روایت کے ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

ٹیلیفون نمبر: ۶۷۵۴۵

جلد ۱۴ | ۵ ذی قعدہ ۱۳۸۸ھ مطابق ۲۴ جنوری ۱۹۶۹ء | شمارہ ۳۸

حدیث کی صداقت کا بیّن ثبوت

رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی اور حدیث قدسی ہے کہ حق تعالیٰ سبحانہٗ فرماتے ہیں :-

مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ — جو کوئی میرے کسی ولی سے دشمنی کرے گا میرا اس سے اعلانِ جنگ ہے۔

چنانچہ ہم نے اپنی آنکھوں دیکھا اور مشاہدہ کر لیا ہے اور ملک کی فضا اور ہوا اور گرد و پیش میں پھیلے ہوئے واقعات و حالات اس امر کی پُرزور تصدیق کر رہے ہیں کہ یہ اعلانِ خداوندی برحق ہے، سچا ہے اور حدیثِ نبویؐ کی صداقت پر ایک دلیل محکم ہے۔ اگر ہم موجودہ حالات اور تبدیلیٔ اقتدار کے لئے عوامی تحریک کی رفتار کا جائزہ لیں تو یہ بات واضح طور پر سامنے آ جاتی ہے کہ جب سے لاہور کی ضلعی انتظامیہ نے اپنی عاقبت نااندیشی کے باعث روزہ دار نمازیوں اور علماءِ کرام پر بے دریغ اور بے رحمانہ لاٹھی چارج کیا ہے اور اللہ کے ایک ولی اور قطب العالم حضرت مولانا احمد علی لاہوری نور اللہ مرقدہٗ کے جگر گوشے کو ظلم و تشدد کا نشانہ بنایا ہے۔ حکومت کے لئے ہر نیا دن بے شمار مشکلات کا پیش خیمہ ثابت ہو رہا ہے۔ اور عوام میں اربابِ اقتدار کے خلاف نفرت کی مہم تیزی سے پھیل رہی ہے — ظاہر ہے لوگوں کے قلوب اللہ رب العزت کے قبضۂ قدرت میں ہیں، وہ جس سے خوش ہوتا ہے اس کی محبت اور اس کا احترام اپنے بندوں کے دل میں ڈال دیتا ہے اور جس سے ناراض ہوتا ہے یا جس کے خلاف اعلانِ جنگ کرتا ہے اسے مخلوق کی نگاہوں میں رُسوا اور حقیر کر دیتا ہے اور عوام کے دلوں میں اس کی مخالفت کا طوفان برپا ہو جاتا ہے۔

غرضیکہ یہاں اللہ کا اعلانِ جنگ یہی ہے کہ اس نے مخلوقِ خدا کے دلوں اور دماغوں سے اربابِ بست و کشاد کی محبت اور خوف قطعی اٹھا دئے ہیں اور لاہور کے لاٹھی چارج کی صدائے بازگشت کو اس نے اتنا عام کر دیا ہے کہ تحریک نے ایک ایسے سیلابِ عظیم کی صورت اختیار کر لی ہے جس کو بند باندھنا اب اربابِ اقتدار کے بس کا روگ ہی نہیں رہا۔

بہرحال موجودہ صورتِ حالات کے آئینہ میں دیکھا جائے تو مذکورہ بالا حدیث قدسی نے ایک طرف صداقت حدیث کا بیّن ثبوت فراہم کیا ہے تو دوسری حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہٗ کی ولایت پر مہر تصدیق ثبت کی ہے اور اربابِ اقتدار کے لئے اب صرف یہی راہ باقی رہ گئی ہے کہ وہ اپنے روٹھے ہوئے رب کو راضی کریں۔ غیر اسلامی قوانین کو ختم کریں، کتاب و سنت کی روشنی میں قوانین نافذ کریں یا بصورتِ دیگر اپنی بساطِ اقتدار لپیٹ کر چپکے سے رخصت ہو جائیں —

صدر مملکت کا عقیدہ

پی۔پی۔آئی کی ایک خبر اور ناظم اعلیٰ اوقاف کے اعلان کے مطابق صدر ایوب نے کہا ہے کہ میں قرآن کریم پر پورا پورا ایمان رکھتا ہوں اور میرا یہ پختہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم کو خاتم النبیین حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا ہے اور یہ کہنا قطعی غلط ہے کہ میں قادیانی نظریات کے طبقہ میں شامل ہو گیا ہوں۔ اعلان میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ صدر ایوب ایک سُنّی خاندان میں پیدا ہوئے تھے، سُنّی عقیدہ پر ہی ایمان رکھتے ہیں اور انہیں اپنے اس عقیدہ کو تبدیل کرنے کی کبھی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔

ہمارے خیال میں صدر مملکت کے مذکورہ اعلان سے ملک کے کروڑوں افراد کو بیحد خوشی اور مسرت حاصل ہوئی ہوگی، کیونکہ عوام میں یہ افواہ گرم تھی کہ صدر مملکت قادیانی نظریات کے حامل ہیں۔ قرآن کریم سے متعلق ان کے عقائد درست نہیں ہیں۔ نیز حکومت کے بعض کارپردازان اور کل پرزوں کے طرزِ عمل نے بھی اس افواہ کو تقویت پہنچائی تھی اور اس سے حکومت کے خلاف عوام میں سخت منافرت پھیل رہی تھی — بحمد اللہ تعالےٰ صدر نے اس خطرناک ترین افواہ کی تردید کر کے بہت سے شکوک و شبہات کا ازالہ کر دیا ہے۔ لیکن یہاں یہ واضح کر دینا بھی ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ عوام اور علماء محض اس اعلان سے مطمئن نہیں ہیں۔ وہ حکومت کے طرزِ عمل سے اس کی وضاحت چاہتے ہیں اور جاننا چاہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دعویٔ نبوّت کرنے والے کو وہ کیا سمجھتے ہیں؟ تمام اہل سنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دعویٔ نبوّت کرنے والا جھوٹا، مفتری اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے اور جو اُس کو دائرۂ اسلام سے خارج نہ جانے وہ بھی اسلام سے خارج اور ایمان سے خالی ہے۔ لیکن حکومت نے چٹان کیس میں ہائیکورٹ کے سامنے اس کے برعکس مؤقف اختیار کیا اور حکومت مغربی پاکستان کے ہوم ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے جو ہدایت نامہ مختلف اخبارات و رسائل کو جاری کیا گیا اس میں اب بھی اس عقیدہ کے اعلان پر پابندی عائد کی گئی ہے۔ ظاہر ہے اس طرزِ عمل کی موجودگی میں عوام اور علماءِ کرام صدر مملکت سے مزید وضاحت چاہیں گے اور وضاحت کے بعد ہی مطمئن ہو سکیں گے۔

جانشینِ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہٗ کو بحمد اللہ پہلے سے کافی افاقہ ہے ڈاکٹروں نے آرام کرنے کا مشورہ دیا ہے لہٰذا ملنے والے حضرات جمعرات جمعہ کے علاوہ حضرت مدظلہٗ سے ملنے کی تکلیف نہ فرمائیں۔

مجلس ذکر

تیسری قسط

ہم محمدی اسلام کو سربلند دیکھنا چاہتے ہیں

از: حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم ——— مرتبہ: محمد عثمان غنی

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علٰی عبادہ الذین اصطفٰی : امّا بعدُ :-
فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم : بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم :—

یہ دنیا آنی جانی فانی ہے

یہ دنیا آنی جانی فانی ہے۔ کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَه (پ ۲۰ س القصص ع ۹۔ آیت ۸۸) ایک اللہ کی ذات ازلی ابدی ہے، واجب الوجود ہے، ہمارا وجود مستعار ہے، ایک وقتی طور پر موجود ہے۔ ایک زمانہ تھا ہم میں سے کوئی نہ تھا، ایک وہ زمانہ آیا چاہتا ہے پھر کوئی نہیں ہوگا۔ جب تک اللہ تعالیٰ چاہیں گے یہ دنیا قائم رہے گی، جب چاہیں گے فنا کر دیں گے۔ پھر اللہ نے ہمیں ابدی زندگی میں لے جانا ہے، نیکوں کو ہمیشہ کے لئے انعامات، اجر اور جنت الفردوس اور بدوں، اللہ کے نافرمانوں اور مشرکوں کے لئے ہمیشگی کے لئے جہنم ہے، سو خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو دولت اسلام سے سرفراز ہیں۔

ہر نماز کو آخری جان کے پڑھو

مسلمانوں کو گیارہ مہینے قرآن پر عمل اور ایک مہینہ تربیت اور ٹریننگ اور گناہوں سے بچنے کی تدبیریں بتائی گئیں۔ وہ مقدّس مہینہ یہی ہے رمضان جو آیا چاہتا ہے۔ رمضان سے پہلے شعبان کو جیساکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز سے آگے پیچھے کچھ سنتیں، مؤکدہ یا غیر مؤکدہ پڑھ کرکے مسلمانوں کے لئے اسوہ اور نمونہ چھوڑا ہے، اس پہ ہم عمل پیرا ہیں اسی طرح شعبان کا مہینہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں کوئی روزہ رکھے تو یہ بھی گویا کہ نفلی روزہ ہے جیسا کہ نفلی نمازیں پڑھتے ہیں۔ جو اس نعمت سے سرفراز ہیں اللہ تعالیٰ انہیں بھی اجر عطا فرمائیں گے ——— جو بہرحال اس سے محروم ہیں۔ رمضان سب کے لئے آ رہا ہے کہ محرومیوں، بدقسمتیوں اور خدا کی نافرمانیوں، کجیوں اور گمراہیوں اور جو جو ہم سے کوتاہیاں ہوئی ہیں ان سب سے توبۃ اللہ کر لیں۔ کیوں؟ کہ بقول رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کو آخری جان کے پڑھئے، کوئی پتہ ہے کہ اگلی نماز نصیب ہوگی؟ میں یہ کہتا ہوں کہ کم از کم رمضان کو آخری جان کے رکھ لیجئے۔ کتنے ہی تھے گذشتہ سال جن کا وہم بھی نہیں تھا چلے گئے اور جن کے متعلق یقین تھا کہ یہ مر جائیں گے، اب تک وہ لٹک رہے ہیں، ابھی تک بغیر ٹائروں کے ان کی گاڑی گھسٹ رہی ہے۔ بڑی حیرت ہوتی ہے، وہ بچارے تمنّا کرتے ہیں خدا موت دے دے، اس اذیّت کی زندگی سے تنگ ہیں لیکن موت نہیں آ رہی۔ اور جن کے لئے گمان ہی نہیں ہو سکتا تھا یہ مر سکتے ہیں اب تک یقین نہیں آتا لیکن وہ دنیا سے سدھار گئے ؎

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

کرنل اے ایچ لقمان کی اچانک موت

مثال کے طور پر جب چھٹیاں ہوتی ہیں بچّوں کو، گذشتہ سال ان دنوں میں میرے بچّوں کے جو ماموں تھے کرنل اے ایچ لقمان وہ آئے۔ میں بیمار تھا لیکن خدا کی قدرت مدرسے سے چلا گیا بجلی بند تھی اور کہیں چلا گیا، واپسی پہ مجھے بتی بند کرنی یاد نہ رہی، پنکھا چلتا رہ گیا۔ لوٹے کے میں دیر سے آیا۔ انہوں نے سمجھا شاید اندر سے آواز نہیں دیتا، بیمار ہے کہیں بیہوش نہ ہو گیا ہو۔ خطرہ۔ اس اللہ کے بندے نے تالا ہی توڑ دیا۔ یعنی اندر سے لگا ہوا ہوڑہ تھا، باہر تالا نہیں لگا ہوا تھا اندر سے کنڈی لگی ہوئی لگتی تھی، حقیقتاً وہ بات اور تھی لیکن اس بچارے نے پریشان ہوکے دروازہ ہی توڑ دیا۔ آج خدا کی قدرت پورا ایک سال گذرا ہے اس کا ہارٹ فیل ہو گیا، بالکل تندرست، صحت مند، توانا، ایک رتی بھر وہم نہیں ہو سکتا تھا، اب تک یقین نہیں آتا لیکن دنیا سے چلا گیا۔ چند دن پہلے بالکل میری بچی پیدا ہوئی ان دنوں میں، تو اس نے کان میں اذان دی اور بیچارا سب کچھ وہ کرتا رہا اور میں خود اس زمانے میں بھی کچھ نہ کچھ بیمار تھا۔

مولانا یوسف صاحبؒ کی اچانک موت

ایسے ایسے لوگوں سے مجھے واسطہ پڑتا ہے جو بےچارے دعائیں کراتے ہیں۔ کہ خدا ہمیں موت دے دے ——— ارذل زندگی سے تو حضورؐ نے بھی پناہ مانگی ہے۔ حضرتؒ بھی پناہ مانگتے تھے کہ یا اللہ! ارذل زندگی سے یعنی جو اپنے اختیار سے باہر ہو اور اپنے اعزّہ کے لئے بھی ذلّت کا باعث بنے اس زندگی سے بچا اور حضرت کی دعا قبول ہوئی۔ حضرت مولانا یوسف صاحب جو تبلیغی جماعت کے بزرگ تھے آپ کی وفات جس روز ہوئی ہے اسی رات کو پوچھا۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زندگی کتنی تھی؟ بتایا خادموں نے۔ فلاں کی زندگی؟ فلاں کی زندگی؟ فلاں بزرگ کی زندگی؟ پھر انہوں نے فرمایا۔ میری زندگی تو اتنی ہی تھی جتنی گذر گئی اور یہ اتباع نبیِ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مطابق ہی زندگی ہے اور دوسرے روز خدا کے ہاں پہنچ گئے — اللہ کی قدرت۔ سارے مسلمان جتنے بھی ان کے ساتھ عقیدت رکھنے والے ہیں، ان کو غمزدہ اور روتا ہوا چھوڑ کے اللہ کے ہاں پہنچ گئے۔ لیکن اللہ کی تقدیر پہ کس کو دسترس ہے؟ لیکن میں یہ عرض کرتا ہوں کہ جن کے لئے دنیا آہیں بھرتی تھی، ہزاروں چاہتے ہوں گے کہ ہم چلے جائیں، ہماری زندگیاں ان کو مل جائیں اور ان کو دنیا سے جاتے ہوئے

(باقی ص ۱۶ پر)

خطبہ جمعہ

۲۷ شوال المکرم ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۷ جنوری ۱۹۶۹ء

مسلمان کی زندگی اور موت سب کچھ اللہ ہی کے لئے ہے

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ : اما بعد : فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم :—
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :—

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ٥ (پ۴ س آل عمران آیت ۱۰۲)

ترجمہ : اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو جیسا اس سے ڈرنا چاہئے۔ اور نہ مرو ایسے حال میں کہ تم مسلمان ہو۔

حاشیہ شیخ الاسلام "یعنی ہر مسلمان کے دل میں پورا ڈر خدا کا ہونا چاہئے۔ کہ اپنے مقدور بھر پرہیزگاری و تقوے کی راہ سے نہ ہٹے اور ہمیشہ اس پر استقامت کا طالب رہے۔ شیاطین چاہتے ہیں کہ تہمارا قدم اسلام کے راستے سے ڈگمگا دیں۔ تم کو چاہئے کہ ان کو مایوس کر دو۔ اور مرتے دم تک کوئی حرکت مسلمانی کے خلاف نہ کرو۔ تمہارا جینا اور مرنا خالص اسلام پر ہونا چاہئے۔

محترم حضرات! جمعۃ الوداع کی نماز سے فارغ ہوتے ہی جب کہ ابھی کئی روزہ دار نمازی سنن اور نوافل میں مصروف تھے اسلام کے نام پر قائم ہونے والے اس ملک میں جو کچھ گذرا وہ آپ کے سامنے ہے۔ آپ میں سے سینکڑوں احباب نے اس واقعہ کو اپنی آنکھوں دیکھا ہوگا اور ہزاروں چشم دید گواہ اس درندگی کے ملک میں بکھر چکے ہیں اور جنہوں نے پولیس اور لاہور کی ضلعی انتظامیہ کے اس ظالمانہ اقدام کو بچشم خود نہیں دیکھا وہ اس کے مکمل حالات سے بذریعہ اخبارات واقف ہو چکے ہیں اور اسی بے دریغ اور وحشیانہ لاٹھی چارج کے نتیجے میں مجھے زندگی میں پہلی مرتبہ مسلسل تین ہفتے خطبہ جمعہ سے غیر حاضر رہنا پڑا اور اس اثناء میں قید و بند اور علاج معالجہ کے مختلف مراحل سے گذر کر بحمد اللہ تعالےٰ آج پھر آپ حضرات کی خدمت میں ایک خادمِ دین کی حیثیت سے کھڑا ہوں۔

خطبہ جمعہ سے پہلے میں اپنے اُن لاکھوں احباب اور بہی خواہوں کا صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے محض لوجہ اللہ اس عاجز کی عیادت کے لئے طویل سفر کئے یا اپنی دعاؤں میں یاد رکھا اور کسی نہ کسی صورت میں ایک خادمِ قرآن کی اعانت فرمائی۔ اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ میرے اُن تمام اجاب کی دنیا و آخرت کو بہتر فرمائے۔

اس موقع پر میں اپنے اُن معالجین کا بھی شکرگذار ہوں جنہوں نے مجھے گھر پر دیکھا یا میو ہسپتال میں میری دیکھ بھال کرتے رہے اور اُن کی بہتری کے لئے صدقِ دل سے دعاگو ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ میو ہسپتال میں میڈیکل سپرنٹنڈنٹ صاحب سے لے کر تمام ڈاکٹروں اور ہسپتال کے دوسرے عملہ نے مجھے جس قدر سھولتیں بہم پہنچائیں اور جس طرح اس خادم قرآن و حدیث کی تیماداری اور علاج کیا اس کا شکریہ ادا کرنے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں اور مجھے یقین ہے کہ میری آئندہ خدمات میں انشاء اللہ اُن کا حصّہ رہے گا۔

وضاحت اس اظہارِ تشکر کے بعد میں یہ وضاحت کر دینا ضروری خیال کرتا ہوں کہ اس ناچیز کو اللہ رب العزت کے دین اور آقائے نامدار جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی سربلندی کے لئے جو اذیت اٹھانا پڑی ہے بحمد اللہ تعالیٰ اس پر مجھے رائی کے دانے کے برابر بھی غم نہیں ہے بلکہ میں اپنے اللہ رب العزت کا بے حد شکرگذار ہوں کہ اس نے مجھے اپنی راہ میں صبر و استقامت کی توفیق دی، انبیاء اور اپنے اسلاف کی سنت تازہ کرنے کی سعادت بخشی اور اعلاء کلمۃ الحق کے لئے اس عاجز و ناکارہ اور حقیر خادمِ دین کا اپنے فضل سے انتخاب فرمایا۔ ورنہ ؎

ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

میرا ایمان ہے کہ جان اللہ کی امانت ہے اور اسے بہرحال اللہ ہی کی راہ میں کام آنا چاہئے۔ اگر یہ جان اللہ کی راہ میں کام آ جاتی تو میرے لئے اس سے بڑھ کر وجہِ شرف کوئی چیز نہ تھی — میرے خون کا قطرہ قطرہ اس کے بعد بھی اعلان کرتا ؎

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

چنانچہ آج اسی مناسبت سے میں نے مذکورہ بالا آیتِ کریمہ کا انتخاب کیا ہے اور خطبہ جمعہ کا عنوان یہ رکھا ہے کہ مسلمان کی زندگی اور موت سب کچھ اللہ ہی کے لئے ہے۔

بزرگانِ محترم! مذکورہ بالا آیت میں ارشادِ ربّانی ہے اللہ سے ڈرتے رہو۔ جیسا کہ اس سے ڈرنا چاہئے۔ اور جب خاتمہ ہو تو حالتِ اسلام میں ہو — مقصد یہ ہے کہ مسلمان ہی جئو اور مسلمان ہی مرو اور کسی حال میں اسلام کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو۔

یہاں "اتقوا اللہ" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ اور یہ بات کبھی بھی مسلمان

کے ذہن سے نہ نکلنی چاہئے کہ "تقوےٰ" اسلام اور ایمان کی روح ہے ـــ چونکہ خداترسی اور نگہداشت و احتیاط کے ساتھ زندگی بسر کئے بغیر اسلامی خصوصیات اور پاکیزہ زندگی کا پیدا ہونا محال ہے ـ اسی لئے یہاں اللہ تعالےٰ جل شانہٗ نے فرمایا کہ اللہ سے اس قدر ڈرو جس قدر ڈرنے کا حق ہے ـــ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "ایمان ڈر اور امید کے درمیان ہے"۔

تقوےٰ کے مدارج

یاد رکھئے! "تقوےٰ" کے کئی مدارج ہیں۔ کم سے کم یہ ہے کہ شرک سے بچا جائے اور زیادہ سے زیادہ یہ کہ ہر قسم کے گناہ سے بچا جائے اور ہر نیکی کو خندہ پیشانی سے بجا لایا جائے۔ یہاں "حق تقتہ" سے "تقویٰ" کا وہی اعلیٰ درجہ مراد ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کا حق ہے کیونکہ اس کی عظمت کا حق کون ادا کر سکتا ہے ـــ مقصد یہ ہے کہ جو حق ادا کرنے کا تم پر عائد ہوتا ہے اس کو پورا کردو اور جس طرح کفر و شرک سے بچنا ضروری ہے اسی طرح تمام گناہوں سے بچو۔

ہر شخص جانتا ہے کہ زمین و آسمان، شمس و قمر، دریا اور پہاڑ، جنگل اور سبزہ زار، حیوانات، نباتات، جمادات، غرضکہ کل کائنات اللہ تعالےٰ جل شانہٗ کی مخلوق ہے اور اس کے قبضہ میں ہے۔ دنیا کا کوئی ذرہ اس کے حکم کے بغیر اِدھر سے اُدھر نہیں ہو سکتا۔ انسان کی زندگی اور موت اُسی کے ہاتھ میں ہے۔ اس کا چلنا، پھرنا، اٹھنا بیٹھنا اسی کے اختیار میں ہے بلکہ انسان کی زندگی کی معمولی سے معمولی حرکت بھی اللہ تعالےٰ کے اقتدار و اختیار میں ہے۔

پس اس سے بڑھ کر انسانی زندگی پر کس کا حق ہو سکتا ہے؟ جب انسان اپنی زندگی اور اس کے بقاء کے لئے قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے تو پھر اس کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالےٰ سے اتنا ڈرے جتنا فی الحقیقت ڈرنے کا حق ہے۔

اسلام ہی پر دم نکلے

آیت کے دوسرے ٹکڑے میں جس کا بیان کرنا اس وقت مقصود ہے حق تعالےٰ سبحانہٗ نے فرمایا ہے ولا تموتن الا وانتم مسلمون اور تم نہ مرنا مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔

"مسلمون" سے مراد یہاں "مخصوص اور کمال ایمان ہے۔ چونکہ "تقوےٰ" میں "حق تقتہ" کی قید لگائی گئی ہے اس لئے اب مطلب یہ ہوا کہ مرو تو ایسی حالت میں مرنا کہ کامل اور مخلص مسلمان ہو۔ کیونکہ "کمال تقویٰ" کمال اخلاص کی دلیل ہے۔

حاصل

یہ نکلا کہ اے مسلمانو! تقویٰ کا بلند مرتبہ اختیار کرو اور اس پر آخر دم تک قائم رہو ـــ تم سے کوئی حرکت مرتے دم تک اسلام کے خلاف نہ ہونے پائے اور تمہارا جینا اور مرنا خالص اسلام پر ہونا چاہئے ـ حق تو یہ ہے کہ تمہیں اس وقت تک موت ہی نہیں آنی چاہئے کہ جب تک تم پکّے، خالص اور مخلص مسلمان نہیں ہو۔ دوسرے لفظوں میں اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں ہر منٹ اور سیکنڈ اسلامی شان سے ہی زندہ رہنا چاہئے ـــ کیونکہ کوئی نہیں جانتا کہ کس وقت موت آ جائے۔

خدا کی امانت

برادرانِ عزیز! اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک امانت عطا فرما رکھی ہے جس کا نام 'اسلام' ہے۔ جس کے احکام کا مجموعہ قرآن ہے اور اس پر عمل کرکے دکھانے کے لئے جو عامل آیا اس کا پیارا نام نامی اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کو کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہونے اور فلاح دارین حاصل کرنے کے لئے اس کے نقش قدم پر چلنے کا حکم دیا ہے:-

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ والیوم الاٰخر۔

ترجمہ: تمہارے لئے (اے مسلمانو!) رسول اللہ میں اچھا نمونہ ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملنے اور قیامت کے دن کی امید رکھتا ہے۔

خوفِ خدا

اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر وہی چلے گا جس کے دل میں خوفِ خدا اور عشق رسولؐ کا جذبہ موجزن ہوگا۔ چنانچہ اگر یہ کہا جائے کہ خوف خدا ہی ایک ایسی لاٹھی ہے جو انسانوں کے ریوڑ کو منتشر اور راہِ ہدایت سے اِدھر اُدھر ہونے سے روک سکتی ہے تو غلط نہ ہوگا بلکہ سو فیصدی صحیح ہوگا۔

علاوہ ازیں خوف خدا کے بعد پیغمبرؐ کا عشق ہی وہ دوسرا ذریعہ ہے جو مسلمانوں کو متحد و متفق اور راہِ راست پر قائم رکھ سکتا ہے۔ پس ہر مسلمان کے دل میں خدا کا پورا ڈر ہونا چاہئے تاکہ "تقوےٰ" اور پرہیزگاری کی راہ سے نہ ہٹے اور حق تعالیٰ سبحانہٗ سے ہمیشہ استقامت کا طالب رہے۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو خوفِ خدا اور عشقِ رسولؐ کا حصۂ وافر عطا فرمائے اور تادم آخر خالص اسلام پر قائم و دائم رکھے۔ آمین۔

قرآنِ عزیز میں ارشادِ ربانی ہے:-

قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العٰلمین ۝ لا شریک لہ وبذالک امرت وانا اول المسلمین ۝ (پ ۸ س الانعام آیت ۱۶۲-۱۶۳)

ترجمہ: کہہ دو بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو سارے جہان کا پالنے والا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا تھا اور میں سب سے پہلے فرمانبردار ہوں۔

اس آیت میں اسلام کا خلاصہ بیان کر دیا گیا ہے اور مسلمانی کی روح واضح کر دی گئی ہے ـــ حق تعالےٰ سبحانہٗ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرماتے ہیں کہ اے ہمارے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ بت پرست، خواہش کے بندے اور کافر و مشرک اپنا اپنا طریقہ تیرے سامنے پیش کرتے ہیں ان سے فرما دیجئے کہ مجھے جو اللہ کی طرف سے حکم ملا ہے وہ تمہارے سامنے بیان کرتا ہوں۔ مجھے اللہ تعالےٰ نے دنیا میں اسی طریقے کو چلانے کے لئے بھیجا ہے اور میں تم سے پہلے اس پر پورے یقین کے ساتھ عمل کرنے کے لئے تیار ہوں ـــ اس سے بال برابر بھی اِدھر اُدھر نہیں ہٹوں گا۔ تمہیں بھی یہی بتانے اور اسی پر عمل کرنے کا طریقہ سکھانے کے لئے آیا ہوں ـــ مجھے حکم ملا ہے کہ کہہ دوں۔ میری عبادت، قربانی، نذر و نیاز، میرا جینا اور زندگی کا ہر ہر لمحہ اور ہر حرکت اور میرا مرنا سب کچھ اللہ کے لئے ہے جو تمام مخلوق کا پیدا کرنے والا اور پالنے والا ہے اور اس کے برابر کا کوئی نہیں ہے۔ نہ کوئی اس کا قوت اور حکومت میں ساجھی ہے اور نہ اس کی ذات و صفات میں کوئی شریک ہے۔

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

عہدِ عثمانی میں

اسلامی جہاد

مولانا سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری مدظلہ العالی

(گذشتہ سے پیوستہ)

بلحاظ کمیت

جو بھی صاحبِ انصاف غور کرے گا وہ بلا تامل تصدیق کرے گا کہ بلحاظ تعداد عہدِ عثمانی کی فتوحات عہدِ شیخین رضؓ سے کسی طرح کم نہیں الٹا رقبہ کے اعتبار سے بہت زیادہ ہیں۔

بلحاظ کیفیت

بلحاظ کیفیت بھی عہد عثمانی کا جہاد عہد شیخین رضؓ کے جہاد سے کم تر نہیں۔ وہی اخلاص وللہیت، وہی ولولہ، وہی جوش ایمانی وہی جذبۂ اسلامی وہی فی سبیل اللہ قربانی وفدائیت اور وہی اعتماد و توکل علی اللہ موجود ہے جو حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کے عہد میں موجود تھا۔ ہمیں اپنے اس دعوئی کی دلیل اور ثبوت کے طور پر جہاد عہد عثمانی کے چند مناظر پیش کرنے ہوں گے۔

۱۔ غزوۂ افریقیہ

افریقیہ سے مراد موجودہ الجزائر اور مراکش ہیں۔ اس زمانہ میں روما کی مسیحی حکومت کی طرف سے یہاں کا حاکم جرجیر تھا۔ وہ مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے ایک لاکھ بیس ہزار اور ایک روایت کے مطابق دو لاکھ فوج لے کر نکلا۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص ۱۵۲)

حضرت عثمان رضؓ نے حضرت عبداللہ رضؓ بن سعد بن ابی سرح کو افریقیہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا اور مرکز سے دس ہزار قریش انصار اور مہاجرین کو افریقیہ روانہ فرمایا۔

(طبری جلد ۳ ص ۳۱۴)

امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:۔

"یرموک اور قادسیہ کی لڑائی کے بعد اس لڑائی کا نمبر رکھا گیا۔ چالیس دن تک لڑائی رہی، اس لڑائی کو حرب العبادلہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ سردار فوج عبداللہ بن سعد میمنہ پر عبداللہ بن عمر میسرہ پر عبداللہ بن زبیرؓ اور مقدمہ پر عبداللہ بن عباس تھے (رضی اللہ عنہم) جرجیر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ بے شمار کافر تہ تیغ ہوئے۔ حسب اعلان ایک لاکھ اشرفیاں اور جرجیر کی لڑکی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو ملی۔ (سیرت خلفائے راشدین ص ۱۸۹ ذکر حضرت عثمان رضؓ)

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ رقمطراز ہیں:۔

"عبداللہ بن سرح نے دس ہزار کا لشکر لے کر افریقیہ پر چڑھائی کی، اور میدانوں اور پہاڑوں کو فتح کر لیا، بہت سے لوگوں کو تہ تیغ کیا۔

ثم اجتمعوا علی الطاعۃ و الاسلام وحسن اسلامھم .

تب جا کر انہوں نے اطاعت قبول کی اور سب کے سب اسلام لے آئے۔ اور اسلام میں ثابت قدم رہے۔

مال غنیمت میں سے ہر سوار کو تین ہزار اشرفیاں اور ہر پیادہ کو ایک ہزار اشرفیاں ملیں"۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص ۱۵۱ تا ۱۵۲)

۲۔ اندلس

افریقیہ کی فتح کے بعد اندلس فتح ہوا۔ جن لوگوں نے اندلس پر چڑھائی کی۔ حضرت عثمان رضؓ نے انہیں لکھا:۔

اما بعد! بلاشبہ قسطنطنیہ سمندر کے راستے اندلس کی طرف سے فتح ہوگا۔ اگر تم نے اندلس فتح کر لیا تو تم آخرت میں فاتحین قسطنطنیہ کے ساتھ اجر و ثواب میں شریک ہوگئے والسلام (طبری جلد ۳ ص ۳۱۴ والبدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص ۱۵۲)

حضرت کعب احبار رضؓ نے فرمایا جبکہ وہ سمندر عبور کر کے اندلس جا رہے تھے۔

اقوام یفتحونھا یعرفون بنورھم یوم القیامۃ (طبری جلد ۳ ص ۳۱۴)

جو لوگ اندلس کو فتح کریں گے وہ قیامت کے دن اپنے نور سے پہچانے جائیں گے۔

۳۔ طرابلس

علامہ معین الدین صاحب ندوی لکھتے ہیں

مہم طرابلس کا اہتمام تو ۲۵ھ ہی میں ہوا تھا لیکن باقاعدہ فوج کشی ۲۷ھ میں ہوئی عبداللہ بن سعد بن ابی سرح گورنر مقرر افسر عام تھے حضرت عثمان نے دارالخلافہ سے بھی ایک لشکر جرار کمک کے لئے روانہ کیا۔ جن میں عبداللہ بن زبیر عبداللہ بن عمرو بن العاص اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ طرابلس کے امرا نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کا مقابلہ ممکن نہیں ہے تو عبداللہ بن ابی سرح کے پاس آ کر پچیس لاکھ دینار پر مصالحت کر لی۔

(خلفائے راشدین مطبوعہ اعظم گڑھ ص ۱۹۷ بحوالہ "فتوح البلدان" ص ۲۲۵)

۴۔ قبرص

۲۸ھ میں حضرت معاویہؓ نے حضرت عثمانؓ کے حکم سے قبرص پر چڑھائی کی اور اسے فتح کر لیا۔ فتح قبرص علی ید معاویہ غزاہا امر عثمان ایاہ اس غزوہ میں اصحابِ رسولؐ کی ایک جماعت شریک تھی جن میں ابوذر عبادہ بن صامت ان کے ساتھ ان کی زوجہ محترمہ ام حرام اور مقداد اور ابوالدرداء اور شداد بن اوس (رضی اللہ علیہم) شامل تھے

طبری جلد ۳ ص ۳۱۵

امام طبری رحمۃ اللہ بسند روایت کرتے ہیں کہ:۔ اول من غزا فی البحر معاویہ بن ابی سفیان زمان عثمان بن عفان۔ سب سے پہلے جس شخص نے بحری جہاد کیا وہ حضرت معاویہؓ ہیں آپ نے حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں بحری جنگ لڑی۔ آپ نے حضرت عمرؓ سے اس کی اجازت لی۔ مگر نہ ملی جب حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے تو لم یزل بہ معاویہ تو حضرت معاویہ برابر بحری جہاد کی اجازت کی طلب میں لگے رہے یہاں تک کہ حضرت عثمانؓ نے آخرکار اس کی اجازت دے دی۔ [1]

[1] طبری جلد ۳ ص

اجازت ملنے پر حضرت معاویہؓ نے سب سے پہلا اسلامی بحری بیڑہ تیار کیا جو ۲۸ھ میں پہلی دفعہ بحر روم میں اترا اور اس طرح افریقہ اور یورپ کی وسیع سرزمین پر حضرت معاویہؓ کی عالی ہمتی و بلند پروازی کا صدقہ اسلامی جھنڈا لہرانے اور دین کی تبلیغ و اشاعت کے امکانات

پیدا ہو گئے

فتح قبرص

قبرص (سائپرس) ساحل شام کے قریب بحر ابیض میں ایک نہایت سرسبز و شاداب جزیرہ ہے۔ جس کا رقبہ ۳۰۲۲ مربع میل ہے۔ امیر معاویہؓ نے بحری بیڑہ لے کر سب سے پہلے ۲۸ھ میں اس جزیرہ پر حملہ کیا۔

امام ابن کر رحمۃ اللہ تحریر فرماتے ہیں:۔

حضرت معاویہؓ نے حضرت عثمانؓ سے باصرار شدید اجازت طلب کی۔ اور ان کے حکم سے قبرص پر بحری حملہ کے لئے جہازوں پر سوار ہوتے ان کے ساتھ مسلمانوں کا عظیم لشکر تھا دوسری جانب سے عبداللہ بن ابی سرح بھی مصر سے فوج لا کر ان کے ساتھ مل گئے۔ بہت سے لوگوں کو قتل کیا۔ بہت زیادہ قیدی (لونڈی) غلام بنائے۔ اور گراں بہا مال کثیر غنیمت میں پایا[1] البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص ۱۵۳

اسلام کو عزت ملی اور کفر ذلیل ہوا

امام طبری اور امام ابن کثیر رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

حضرت جبیر بن نفیر کہتے ہیں جب ہم اہل قبرص کو گرفتار کر کے لاتے تو میں نے حضرت ابو الدرداءؓ رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا وہ اشکبار تھے میں نے ان سے کہا آج آپ کیوں روتے ہیں۔

اعز اللہ فیہ الاسلام واھلہ واذل فیہ الکفر واھلہ۔ آج تو اللہ تعالیٰ نے اسلام اور اہل اسلام کو عزت عطا فرمائی اور کفر اور اہل کفر کو ذلیل کیا۔ حضرت ابو الدرداءؓ نے میرے کندھے پر ہاتھ مارا اور فرمایا جبیر! یہ لوگ دوسرے لوگوں پر غالب اور قاہر تھے ان کی حکومت تھی۔ جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تو ان کا یہ حال ہوا جو تو دیکھ رہا ہے اللہ تعالیٰ نے ان پر قید (اور غلامی) کو مسلط کر دیا ہے۔

لسان رسالت سے بشارت عظمیٰ

اللہ تعالیٰ کے محبوب اور سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بحری حملہ کی پیشن گوئی فرما کر حضرت معاویہؓ اور دوسرے مجاہدین اسلام کو جنت کی بشارت دی ہے۔

حضرت ام حرامؓ سے روایت ہے انہوں نے نبی کریم سے سنا آپ نے فرمایا:۔ اول جیش من امتی یغزون البحر قد اوجبوا میری امت کا پہلا لشکر جو بحری جہاد کرے گا۔ ان کے لئے جنت واجب ہو گی۔ حضرت ام حرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ دعا فرمایئے میں ان میں ہوں فرمایا تو ان میں سے ہے[2] صحیح بخاری کتاب الجہاد باب ما قیل فی قتال الروم

علامہ قسطلانیؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں، حضرت نے جو فرمایا اول جیش من امتی یغزون البحر وہ حضرت معاویہؓ کا لشکر ہے۔ قد اوجبوا سے مقصد یہ ہے کہ اس لشکر نے اپنے اعمال صالحہ کی وجہ سے اپنے لئے مغفرت اور رحمت واجب کر لی[2] قسطلانی شرح بخاری:

شیخ الاسلام علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:۔

قال المھلب فی ھذا الحدیث منقبۃ لمعاویۃ لانہ اول من غزا البحر.....

وقولہ (قد اوجبوا) ای فعلوا فعلاً وجبت لھم بہ الجنۃ

مہلبؒ نے کہا ہے کہ اس حدیث سے حضرت معاویہؓ کی بڑی خوبی اور شان ثابت ہوتی ہے کیونکہ آپ ہی نے سب سے پہلے بحری جہاد کیا۔۔۔۔ اور حضور کے ارشاد (قد اوجبوا) سے مراد یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ کے جیش نے ایسا اعلیٰ کام کیا کہ اس کام کی بنا پر ان کے لئے جنت واجب ہو گئی[1] فتح الباری باب ما قیل فی قتال الروم۔

شہنشاہانِ تخت نشین

اس واقعہ سے متعلق صحیح بخاری کی ایک اور حدیث میں اس بحری لشکر کے لئے نطق نبوت سے بڑے شاندار تعریفی الفاظ صادر ہوتے ہیں حضرتؐ نے ان مجاہدین کرام کو شہنشاہان تخت نشین سے تشبیہ دی ہے

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنت ملحان (ام حرام) کے پاس تشریف لائے اور ان کے پاس تکیہ لگا کر بیٹھ گئے دوسری روایت میں ہے کہ حضرت سو گئے پھر بیدار ہوئے[1]۔ صحیح بخاری کتاب الجہاد باب الدعا بالجہاد والشہادۃ۔

ثم ضحک فقالت لم تضحک یا رسول اللہ فقال ناس من امتی یرکبون البحر الاخضر فی سبیل اللہ مثلھم کمثل الملوک علی الاسرۃ فقالت یا رسول اللہ ادع اللہ ان یجعلنی منھم قال اللھم اجعلھا منھم پھر تبسم فرمایا۔ حضرت بنت ملحانؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیوں تبسم فرمایا۔ فرمایا وہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ) میری امت کے (کچھ) لوگ ہیں جو سمندر میں فی سبیل اللہ (جہازوں پر) سوار ہیں ان کی مثال یوں ہے جیسے بادشاہ تخت پر بیٹھے ہوں۔

حضرت ام حرام نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ اللہ سے دعا فرمائیں اللہ مجھے ان (خوش قسمت) لوگوں میں سے کر دے آپ نے فرمایا الٰہی! اسے ان لوگوں میں سے کر دے[2] صحیح بخاری کتاب الجہاد باب غزو المراۃ فی البحر

حضرت انسؓ نے فرمایا بنت ملحان زوجہ حضرت عبادہؓ بن صامت بنت قرظہ کے ساتھ بحری جہاز پر سوار ہوئیں جب (جہاد کے بعد) واپس ہوئیں تو (سواری کے) جانور پر سوار ہوئیں اور اس سے گر پڑیں اور وفات پا گئیں۔[3] صحیح بخاری کتاب الجہاد باب غزوۃ المراۃ فی البحر

۵ طبرستان

حضرت سعدؓ بن العاص نے ۳۰ھ میں کوفہ سے خراسان پر چڑھائی کی۔ اور ان کے ساتھ حضرت حذیفہ بن یمان حضرت حسن حضرت حسین حضرت عبداللہ بن عباس حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم) وغیرہ ہم بہت سے اصحاب رسول تھے[1] طبری جلد ۳ ص ۳۲۳، البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص ۱۵۴۔

حضرت سعد بن عاص رضی اللہ عنہ کے جھنڈے تلے اصحاب رسول کی اتنی کثرت تھی کہ اسے امام طبریؒ وناس من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور امام ابن کثیرؒ فی خلق من الصحابۃ سے تعبیر فرما رہے ہیں۔

یزدجرد کا فرار

کسریٰ شاہ فارس یزدجرد اسی سال ۳۰ھ فارس سے خراسان کی طرف بھاگ گیا۔ امام طبری رحمۃ اللہ سنداً روایت کرتے ہیں:۔

ابن عامر بصرہ (کا گورنر بن کر) آیا تو فارس کی مہم کو نکلا اور اسے فتح کر لیا۔ ۳۰ھ میں یزدجرد چوری سے بھاگا ابن عامر نے مجاشع بن مسعود سلمی کو اس کے تعاقب میں بھیجا اس نے کرمان تک اس کا پیچھا کیا۔ یزدجرد خراسان کی طرف بھاگ گیا۔[1] طبری جلد ۳ ص ۳۳۷

خدا کی شان

وہ کسریٰ (روئے زمین پر جس کا ڈنکا بجتا تھا اور جس کی حکومت دنیا میں اول درجے کی حکومت تھی اور جس نے نشۂ اقتدار و استکبار میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نامۂ مبارک چاک کر دیا تھا آج خلافت عثمانی میں جگہ جگہ مارا مارا پھرتا ہے اور اسے سر چھپانے کی جگہ کہیں نہیں ملتی۔ آخر اس ذلت و رسوائی کے عالم میں کتوں کی موت مرتا ہے۔

یزدجرد واصل جہنم ہوتا ہے

امام طبری اور امام ابن کثیر رحمۃ اللہ

ابن اسحاق سے روایت کرتے ہیں کہ :-
نیرو جرد کرمان سے اپنی تھوڑی سی جمعیت کے ساتھ مرو بھاگ گیا۔ وہاں کے مرزبان سے امان طلب کی۔ اس نے انکار کر دیا۔ ترک آئے اور انہوں نے نیرو جرد کے ساتھیوں کو قتل کر دیا۔ نیرو جرد بھاگا اور ایک شخص کے گھر میں جو نہر کے کنارے چکی پیستا تھا۔ رات کو پناہ لی۔ جب سو گیا۔ تو اس نے قتل کر دیا...... مدائنی سے ایک اور روایت ہے کہ اس نے ایک پتھر اٹھا کر اس سے نیرو جرد کا سر پھوڑ دیا۔ پھر گردن سے جدا کر دیا۔ جسم نہر میں پھینک دیا۔ والقیٰ جسدہ فی النہر لے طبری جلد ۳ ص ۲۴۲، ۴۳ البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص ۱۵۸۔

ایک اور روایت میں ہے کہ چکی والے نے اپنے کلہاڑے سے نیرو جرد کو قتل کیا۔ اور اس کا سر کاٹ لیا۔ جسم کے اوپر جو پارچات وغیرہ تھے اتار لئے اور لاش کو اسی نہر میں پھینک دیا جس کے پانی سے اس کی چکی چلتی تھی اور اس کا پیٹ چاک کیا۔ اور اس نہر میں اُگے ہوئے ایک درخت کی جڑیں بھر دیں تاکہ لاش ڈوبی پڑی رہے اوپر نہ آئے اور کسی کو معلوم نہ ہو سکے طبری جلد ۳ ص ۲۴۴

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ لکھتے ہیں :
نیرو جرد کی بادشاہی بیس سال رہی ان میں سے چار سال اس کا غلبہ رہا۔ اور باقی مدت اسلام اور اہل اسلام کے خوف سے شہر بہ شہر بھاگتے گزر گئی۔ اور وہ دنیا میں فارس کے بادشاہوں کا آخری بادشاہ تھا۔

علی الاطلاق یقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا هلك قيصر فلا قيصر بعده واذا هلك كسرىٰ فلا كسرى بعده والذی نفسی بیدہ لتنفقن کنوزھما فی سبیل اللہ رواہ البخاری

بوجہ ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ جب قیصر ہلاک ہوا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا اور جب کسریٰ ہلاک ہوگا تو اس کے بعد اور کوئی کسریٰ نہ ہوگا اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم ان کے خزانوں کو فی سبیل اللہ خرچ کرو گے۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے اور صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی اس کے پاس پہنچا۔ تو اس نے پھاڑ ڈالا۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے بددعا فرمائی۔ کہ ٹکڑے ٹکڑے ہو چنانچہ ایسا ہی ہوا لے البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص ۱۵۹

خلاصہ

نہایت مختصر طور پر چند غزوات کے نظارے دکھائے گئے "خدام الدین" کی "تنگ دامانی" مزید "گلچینی" کی اجازت نہیں دیتی۔

دامان نگہ تنگ و گلِ حسنِ تو بسیار
گلچینِ بہارِ تو ز داماں گلہ دارد

ان "نظاروں" میں عہد عثمانی کے "اسلامی جہاد" کی کیفیت کے جو ایمان افروز جلوے نظر نواز ہوتے ہیں ان کا خلاصہ ملاحظہ ہو :-

۱۔ حضرت معاویہؓ حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح اور حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہم کی زیر قیادت عثمانی جھنڈے تلے، حضرت عبد اللہ بن عمر حضرت عبداللہ بن عباس حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص حضرت حسنین حضرت ابوذر حضرت ابو دردا حضرت مقداد حضرت عبادہ بن صامت ان زوجہ محترمہ حضرت بنت ملحان حضرت شداد بن اوس حضرت حذیفہ بن الیمان حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم وغیرہ بہت سے اجلہ اصحابؓ رسولؐ کفر سے برسر پیکار ہیں۔

۲۔ فاتحین اندلس بالفاظ سیدنا عثمان آخرت میں فاتحین قسطنطنیہ کے ساتھ اجر و ثواب میں شریک ہوں گے" اور بالفاظ حضرت کعب احبارؓ قیامت میں اپنے نور سے پہنچانے جائیں گے"۔

۳۔ ان غزوات کے نتیجے میں کروڑوں لوگ مسلمان ہوئے اسلام کو عزت ملی اور کفر ذلیل ہوا۔

۴۔ اللہ کے محبوب رسولؐ نے غزوہ قبرص کے مجاہدین کو جنت کی بشارت دی اور

۵۔ انہیں "شہنشاہان تخت نشین" سے تشبیہ دی۔

۶۔ اور انہیں سوار فی سبیل اللہ فرمایا۔

۷۔ اس غزوہ کے مجاہدین کا نظارہ جمال محبوب خدا کی مسرت و شادمانی کا موجب ہوا ہے اور حضور نے تبسم فرمایا۔

۸۔ لسانِ رسالت سے اس بشارت و اعزاز کے پیش نظر نہ صرف اجلّہ صحابہ کرام نے جوش و خروش سے اس جہاد میں شرکت کی بلکہ صحابیات (حضرت بنت ملحانؓ) نے بھی اس میں شرکت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کرائی اور شرکت فرمائی۔

۹۔ انہی غزوات کے نتیجے میں نیرو جرد کسریٰ ذلیل و خوار ہو کر کتوں کی موت مرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے مطابق اس کا پیٹ چاک کیا گیا اور قیصر کے اقتدار نے آخری ہچکی لی۔ حضورؐ کے ارشاد کے مطابق قیصر اور کسریٰ کے بعد کوئی قیصر اور کسریٰ نہ ہو سکا۔

۱۱۔ حضور کی پیش گوئی کے مطابق قیصر و کسریٰ کے خزانے مسلمانوں کے قبضہ میں آئے اور امام عالی مقامؓ یا آپ کے گورنروں اور والیوں کے مبارک ہاتھوں سے مسلمانوں میں تقسیم ہوئے۔

۱۲۔ دین حق کو مشرق و مغرب میں غلبہ و تمکن نصیب ہوا۔ رسول خدا کی پیشن گوئی لفظ بہ لفظ پوری ہوئیں اور اللہ نے اپنے حبیب پاکؐ سے دین کے اظہار و تسلط کے جو وعدے فرمائے تھے وہ امام عالی مقامؓ کے عہد میں ان امرائے عساکر اور روسائے افواج کے ذریعے پورے ہوئے

۱۴۔ ان مجاہدین کرام کا کردار اتنا بلند اور ان پر للہیت اتنی غالب ہے کہ دوران جہاد ساری ساری رات سجدہ و دعا میں گزار دیتے ہیں اور دن کو تلاوت قرآن میں مصروف و مشغول رہتے ہیں اور دامن صبر و ثبات ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔

انصاف

ان حقائق و واقعات کی موجودگی میں اہل انصاف فرمائیں کہ عہد عثمانی کا جہاد کیفیت میں عہد شیخینؓ کے جہاد کے برابر ہے یا نہیں؟ کیا ان غزوات کے شرکاء حضرات مجاہدین اور ان کے نامور امراء و افسران اخلاص و للہیت کے پیکر جمیل ہیں سراپا اخلاق و روحانیت ہیں یا معاذ اللہ غیر دینی سیاست کے ماہر امت مسلمہ کی اخلاقی و دینی قیادت کے لئے ناموزوں اور محض فاتح و ملک گیر؟

دعائے صحت

مجلس احرار اسلام کے ممتاز رہنما ماسٹر تاج الدین انصاری گزشتہ دو ہفتوں سے شدید علیل ہیں۔ ان کے قریبی احباب نے درخواست کی ہے کہ ماسٹر تاج الدین انصاری کی جلد صحت یابی کے لئے دعا کریں۔

درس قرآن و حدیث

معہد القرآن الکریم کے زیر اہتمام ہر اتوار صبح ۹ بجے سے ۱۰ بجے تک ۴۲۔ ڈی گلبرگ ۲ لاہور میں مولانا قاری فیوض الرحمٰن صاحب ایم اے درس قرآن و حدیث دیتے ہیں۔ (عبدالرشید شیخ)

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا واہ کینٹ

میں

درسِ قرآن

منعقدہ ۲۴ر ستمبر ۱۹۶۷ء

مرتبہ محمد عثمان غنی بی اے

(۲)

سورتِ یونسؑ کے آخر میں حکم تھا سیّدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپؐ کی وساطت سے مسلمانوں کو کہ تم اپنی زندگی کی راہِ عمل متعیّن کرنے میں کیا کرو؟ وَاتَّبِعْ مَا یُوْحٰٓی اِلَیْکَ اُس راستے کی پیروی کرو جو راستہ وحی سے ہو، جس راستے کو متعیّن کرنے والا وہ ہے جو تمہارا خالق ہے، جس نے تمہیں پیدا کیا اور پیدا کرکے پھر تمہیں بے لگام نہیں چھوڑا بلکہ تمہارے لئے نظامِ حیات بھی نازل کیا تو اُس نظامِ حیات پر چلو جو تمہارے خالق کا مجوّزہ اور پیش فرمودہ ہے اور اس کے راستے میں تمہیں تکلیفیں جب آئیں تو وَاصْبِرْ، تم صبر کرو۔ اسی لئے سیّدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی سورتوں میں صبر کا بہت حکم دیا گیا ہے اور صبر کا معنیٰ کیا ہے؟ برداشت کرنا، جو کچھ تمہارے سامنے آئے اس کو برداشت کرو اور اپنے لائحہ عمل پر یقین کے ساتھ قدم اٹھاؤ، دنیا کی ساری طاقتیں، دنیا کی ساری فہم و دانش اگر تمہارے خلاف بھی ہو جائے تو وہ انسانی عقول ہیں وہ خاک اور خون سے بنے ہوئے عقول ہیں، اس عقلِ سلیم کا، اس عقلِ کامل کا وہ مقابلہ نہیں کر سکتے جو وحیٔ نبوّت سے مستفاد ہے۔ اس لئے رب العالمین کی جو بات ہو اس بات کو تم ترجیح دو اور اس راستے میں کچھ تکالیف آئیں تو اس پر صبر کرو۔ چنانچہ سورتِ ہود میں جو آیات ابھی تلاوت کی گئیں یا انشاء اللہ پھر کبھی تلاوت کی جائیں گی ان میں میرے بزرگو! اسی بات کو بیان کیا گیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رہنمائی کے لئے انبیاء اور رُسل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم مبعوث فرمائے، حضرتِ نوحؑ سے لے کر سیّدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک، اللہ تعالیٰ نے سورتِ ہود میں سب نبیوں کی دعوت کا خلاصہ اور قوموں کا اُن کے ساتھ مقابلہ، یہ بیان فرمایا۔ نوح علیہ السلام طوفانِ نوحؑ کے بعد پہلے نبی ہیں جو انسانیت کے لئے رہنما تھے ــــ آدم علیہ السلام کے بعد جو انسانی کائنات تھی وہ طوفانِ نوحؑ میں بہہ گئی تھی، غرق ہو گئی تھی اس لئے ابنِ کثیر کی روایت میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جب نوح علیہ السلام کو خطاب فرمائیں گے، تو آپ کو ابوالبشر ثانی کا لقب دیا جائے گا۔ گویا آپ دوسرے آدم ہیں، پہلے آدم آدم علیہ السلام تھے، ان کے بعد کائناتِ انسانی تباہ ہو گئی، طوفانِ نوح میں اپنی نافرمانیوں کی وجہ سے، اور پھر دوبارہ جو دنیا آباد ہوئی وہ حضرت نوحؑ کے وقت سے آباد ہوئی۔ تو سورتِ ہود میں نوح علیہ السلام سے لے کر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے انبیاء کرام تشریف لائے ان انبیاء نے جو راستے پیش فرمائے، اور اُن کی قوموں نے ان کے ساتھ جو مقابلہ کیا اس کا اجمالی اجمالی تذکرہ ہے۔ اس لئے سورتِ ہود پڑھنے کے بعد اگر معنیٰ انسان کو آتا ہو تو دل پر ایک وحشت طاری ہوتی ہے، خوف طاری ہوتا ہے، انسان اپنے اعمال کا جائزہ لینے کے لئے غور و فکر شروع کر دیتا ہے۔

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیّدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اے اللہ کے نبی! (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) آپ بڑھاپے سے پہلے بوڑھے ہو گئے ہ ــــ سورتِ ہود مکّی ہے تو مکّہ مکرمہ میں حضورؐ پچاس سال رہے ــــ ۴۰ سال کی عمر تک آپؐ نے اعلانِ نبوّت نہیں فرمایا تھا۔ تو دس سال آپؐ نبوّت کے طور پہ رہے ــــ تو صدیقِ اکبرؓ نے جو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے عرض کیا "اللہ کے نبیؐ! (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم)! آپؐ تو بڑھاپے سے پہلے بوڑھے ہو گئے۔ تو حضورؐ نے کیا جواب دیا؟ ــــ شَیَّبَتْنِیْ سُوْرَۃُ ھُوْدٍ (یا شَیَّبَتْنِیْ تِلَاوَۃُ ھُوْدٍ) مجھے سورتِ ہود کی تلاوت نے بوڑھا کر دیا۔ جب سورتِ ہود میں پڑھتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ قوموں پر کیسے اللہ کے عذاب آئے۔ اُن قوموں نے کیسے رب العالمین کے حکموں کو ٹھکرایا، نبیٔ وقت کا مقابلہ کیا، ان خوفناک اور ہیبت ناک واقعات کو پڑھ کر میں بوڑھا ہو گیا ہوں ــــ تلاوتِ ہود نے مجھے بوڑھا کر دیا۔ تو سورتِ ہود سے کیوں بوڑھے ہوئے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم؟ اس لئے کہ آپؐ نے دیکھا کہ پہلی اُمّتیں تباہ اور برباد ہوئیں ہ اُن کے پاس مال نہ تھا؟ اُن کے پاس دولت نہ تھی؟ اُن کے پاس علم نہ تھا؟ اُن کے پاس طاقت نہ تھی؟ اُن کے پاس کیا نہ تھا؟ سارے دنیاوی ساز و سامان موجود تھے۔ قرآن مجید نے تو اس حد تک فرمایا لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُھَا فِی الْبِلَادِ ۝ (الفجر) قومِ ثمود کی طرح تو کوئی بستی پیدا ہی نہیں کی گئی۔ ایسے متمدّن تھے۔ پہاڑوں میں مکانات بناتے تھے۔ میرے بزرگو! آج جو آثارِ قدیمہ آپ دیکھتے ہیں یہ آثارِ قدیمہ کسی نے بنائے ہی ہیں نا! تو کتنے پختہ بنائے؟ کوئی قبلِ مسیح بنایا، کوئی بعدِ مسیح بنایا۔ ہم کھنڈرات تلاش کر رہے ہیں، دیکھتے ہیں مگر ہم نے کبھی یہ سوچا ہے کہ یہ تباہ کیوں ہوتے؟ کوئی اپنی مرضی سے تباہ ہونا ہے بھائی؟ کوئی اپنی خوشی سے اپنے علاقے تباہ کرتا ہے؟ ان پر عذابِ الٰہی آئے۔ فَھَلْ تَرٰی لَھُمْ مِّنْ بَاقِیَۃٍ ۝ (الحاقۃ) فرعون کے متعلق فرمایا۔ آج اس کی نسل بھی باقی نہیں رہی۔ تو جتنی پہلی قومیں تباہ ہوئیں وہ کیوں تباہ ہوئیں؟ انہوں نے وحیٔ الٰہی کے ساتھ ٹکراؤ کیا۔ اللہ کے نبی نے جو بات کہی اُس بات کے مقابلے میں اپنی رائے پیش کر دی ــــ قرآن سارا پڑھیں، خاص کر یہ سورت ہود، انشاء اللہ آپ سمجھ جائیں گے جو میں عرض کر رہا ہوں واللہ مجھے اور آپ کو قرآن کی سمجھ نصیب فرمائے۔ اور عمل کی

(باقی ص۱۵ پر)

آغا شورش کاشمیری کے متعلق پانچ تقریبیں ایسی ہیں کہ ان پانچوں میں شمولیت اور دیکھنے کا موقعہ ملک میں صرف تین افراد کو ملا۔ اور سننے کا صرف دو کو (۱) ۲۱ر اپریل ۱۹۶۸ء کا یوم اقبال جو یونیورسٹی ہال میں منعقد ہوا (۲) جمیعۃ علماء اسلام کا جلوس جو مئی ۱۹۶۸ء کو سالانہ کانفرنس کے موقعہ پہ پانچ ہزار علماء نے نکالا اور آغا شورش نے ان پہ پھول نچھاور کئے (۳) جمیعۃ کانفرنس کا آخری اجلاس جس میں آغا شورش نے معرکۃ الآرا تاریخی تقریر کی اور جس کی پاداش میں آغا شورش ڈیفنس رولز آف پاکستان کے تحت ۹ ماہ نظر بند رہے جس کی صدائے باز گشت مغربی پاکستان اسمبلی کے گرمائی سیشن میں سنی گئی (۴) آغا شورش کی رہائی کے بعد کراچی سے لے کر لاہور تک لاکھوں افراد نے آغا صاحب کا جو تاریخی استقبال کیا (۵) لاہور پہنچنے کے بعد اگلے دن ۱۰ر جنوری ۱۹۶۹ء کو بعد از جمعہ موچی دروازہ میں عظیم الشان اجتماع میں آغا صاحب کا خطاب ـــــ ان پانچوں تقریبوں کو آغا شورش راقم الحروف اور چٹان کے فوٹو گرافر چوہدری صلاح الدین صرف تینوں نے دیکھا ملک میں اور کوئی آدمی نہیں ہے جس نے ان پانچوں کی پانچوں میں شرکت کی ہو۔ مگر سنا صرف میں نے اور بھائی صلاح الدین نے کیونکہ آغا صاحب تو سنانے والے تھے اور ان پانچوں کو دیکھنے اور سننے کے بعد جو تاثرات مقرر کے متعلق سامع کے ہوتے ہیں وہ بھی ہم دونوں کے حصے میں آئے۔ کیونکہ تاثرات وکیفیات کو صرف وہی جان سکتا ہے جو سن کر متاثر ہوا اور اس پہ کیفیت طاری ہو۔ باقی تقریبات کا تذکرہ پھر سہی۔ زیر نظر مضمون میں کراچی سے لے کر لاہور تک کے استقبال کا اجمالی ذکر مقصود ہے کاش اسے کوئی صاحب قلم لکھتا۔

۲۴ ، ۲۵ر دسمبر کی درمیانی شب دو بجے کراچی ہسپتال میں آغا شورش کاشمیری کے پاس حضرت مفتی محمود صاحب حضرت مولانا عبید اللہ انور حضرت مولانا عبداللہ درخواستی اور حضرت مولانا عبدالہادی دین پوری کا قاصد پیام لے کر پہنچا کہ آپ بھوک ہڑتال ختم کر دیں۔ آپ کو ہمارا شرعی حکم ہے نیز جمیلہ نظامی کا ٹیلی گرام پہنچا کہ اللہ اور اس کے رسول کی خاطر بھوک ہڑتال ختم کر دیں اور اس دن تقریباً اڑھائی سو تار ہیں اور پیام اسی مضمون کے پہنچے۔ سی۔ آئی۔ ڈی کا عملہ جس نے چھ ماہ تک آغا صاحب کو انکی بیوی اور بچوں کے خطوط نہیں دیئے تھے اس نے تاریں پہنچانے میں بڑی مستعدی دکھلائی۔ ان تمام پیامات کو سننے اور پڑھنے کے بعد عزم وثبات کا کوہ گراں اور استقامت واستقلال کا پیکر ضعف ونقاہت کی وجہ سے نیم بے ہوشی کے عالم میں سو گیا۔ صبح فجر کے وقت خواب میں دیکھا کہ حضرت علامہ انور شاہ کشمیری امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور پیر مہر علی شاہ گولڑوی تشریف لائے ہیں ان میں سے ایک نے آغا صاحب کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:-

"گھبرائیں مت آخری فتح آپ کی ہوگی"

پورا ملک سوچ رہا تھا کہ اب کیا ہوگا ملک کے ہزاروں علماء وصلحاء خدا کی بارگاہ ناز میں نیاز مندی سے دعا کر رہے تھے کہ اس مرد مومن اور محب رسول کی لاج رکھنا

فدائی ختم نبوت اور شمع رسالت کا یہ پروانہ صبح نیم بے ہوشی کی حالت میں تھا ڈپٹی کمشنر کراچی دیگر اعلیٰ حکام اور ڈاکٹر پاس کھڑے ان کو بیدار کر رہے تھے ڈاکٹر نے ہاتھ پکڑا۔ آغا شورش صاحب نے باوجود انتہائی ضعف کے ہاتھ چھڑا لیا۔ اس نے منت سماجت کی اگر کچھ کھانے پینے نہیں ہو نہ سہی۔ خون تو ٹیسٹ کراؤ اور خون ٹیسٹ کرنے کے بعد ڈاکٹر نے کہا اگر اڑتالیس گھنٹے مزید بھوک ہڑتال رہی تو ہماری تمام مساعی ناکام ثابت ہوں گی ڈپٹی کمشنر نے گورنر سے رابطہ قائم کیا بالآخر رات کے خواب کی تعبیر پوری ہوئی حکومت نے ہتھیار ڈال دیئے۔ ۲۵ر جنوری دوپہر کی خبروں میں ریڈیو پاکستان سے یہ خبر نشر ہوئی کہ آغا شورش کاشمیری رہا کر دیئے گئے۔ اسلامیان پاکستان نے عید سوگواری کی حالت میں منائی تھی حضرت مولانا عبید اللہ انور اور دیگر علماء کرام پر پولیس کے بے رحمانہ لاٹھی چارج اور آغا صاحب کی بھوک ہڑتال نے عید کی خوشیوں کو ختم کر کے رکھ دیا تھا۔ یہ خبر نشر ہونے پر یوں محسوس ہوا کہ گویا آج عید کا دن ہے۔

یقین محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں

۹ جنوری کی خیبر میل پہ آغا صاحب لاہور آ رہے تھے۔ لاہور کے سرکردہ افراد اور سیاسی، دینی، سماجی جماعتوں کے سربراہوں پر مشتمل ایک استقبالیہ کمیٹی بنی جس کے صدر حضرت مولانا عبید اللہ انور قرار پائے۔ کنونشن لیگ کے علاوہ تمام ملکی تنظیموں کے قائدین نے ملت کے اس جیالے فرزند کے استقبال کی اپیل کی لاہور سے ڈاکٹر احمد حسین کمال۔ مولانا محمد ابراہیم۔ رانا نذر الرحمان چوہدری صلاح الدین فوٹو گرافر۔ راقم الحروف ـ لائل پور سے مولانا تاج محمود۔ مولانا ضیاء القاسمی۔ چنیوٹ سے مولانا منظور احمد کراچی پہنچ چکے تھے۔ اور رضا کاروں کا ایک دستہ جس میں سے طارق محمود (لائل پور) حنیف رضا (لاسلپور) محبوب الرحمٰن (کراچی) احمد مرزا (کراچی) صلاح الدین (لاہور) فاروق احمد سیکرٹری مجلس طلبائے اسلام شیخ محمد بشیر محمد ضیا اور شیخ عظمت کے نام مجھے یاد ہیں لاہور تک ساتھ آیا۔

۷ ، ۸ ، ۹ر جنوری کو آغا صاحب نے علی الترتیب تحفظ ختم نبوت کراچی جمیعۃ علماء اسلام کراچی کے استقبالیہ اور پریس کلب میں اہالیان کراچی سے خطاب کیا جس میں ختم نبوت عصمت قلم علماء اور صحافیوں کی ذمہ داریوں پر مفصل روشنی ڈالی پریس کلب میں خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ دیکھئے آپ کے ایک ساتھی نے زبان وقلم کی عصمت وآبرو کی جب حفاظت کی تو پورے ملک کے علماء وصلحاء اس کو دعائیں دے رہے ہیں خیبر میل کراچی سے پونے دس بجے شب چلتی ہے آغا صاحب رضا کاروں اور سرکردہ اہالیان شہر کے جلو میں نو بجے سٹیشن پہ تشریف لائے۔ گاڑی بیس پچیس منٹ لیٹ چلی اور اس دوران کراچی چھاؤنی کا سٹیشن ختم نبوت جمیعۃ علمائے اسلام۔ اسلام۔ پاکستان زندہ باد کے نعروں سے گونجتا رہا۔ لوگ مختلف قسم کی عبارتوں کے بورڈ اور کتبے اٹھائے ہوئے تھے۔ جن پہ "عائلی قوانین ختم کرو" "سیاسی اسیروں کو رہا کرو۔ اسلامی قانون نافذ کرو۔ جمہوریت بحال کرو۔ مرزائیوں کو اقلیت قرار دو کے فقرات لکھے ہوئے تھے۔ کراچی شہر کے ہر طبقہ وخیال کے نمائندے اور خاصی تعداد میں عوام آغا صاحب کو الوداع کہنے کے لئے موجود تھے گاڑی چلنے سے پیشتر آغا صاحب نے چند منٹ خطاب کیا اور تقریباً سوا دس بجے خیبر میل ملت اسلامیہ کے اس عظیم سپوت کو لے کر روانہ ہوئی۔

ایک حسرت کا خاتمہ

کوٹری سے لے کر رائے ونڈ تک سردی کی شدت کے باوجود لاکھوں افراد نے جس والہانہ انداز سے آغا صاحب کا تاریخی استقبال کیا اس کی مثالیں تحریک آزادی کے دوران میں تو مل سکتی ہیں۔ لیکن قیام پاکستان کے بعد اس کی مثال شاید ہی ہو۔ مجھے ہمیشہ سے حسرت تھی کہ تحریک آزادی کے دوران لیڈروں اور دینی رہنماؤں کا استقبال نہیں دیکھا لیکن اس تاریخی استقبال کے بعد یہ حسرت مشاہدہ میں بدل گئی۔

سجاول سے آیا ہوں

کوٹڑی۔ حیدرآباد۔ نواب شاہ۔ پڈعیدن خیبر میل علی الترتیب ۱۲ ـــ ۱۲،۳۲ ـــ ۱۲،۳۰ ـــ ۲،۲۶ ـــ ۳ رات کو پہنچتی ہے۔

ہم حیران تھے کہ سردیوں کی اس یخ بستہ رات کو سندھی مسلمان حرارت ایمانی کی بدولت کس ذوق وشوق سے ختم نبوت کے پروانے کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے بیتابانہ امنڈ آئے تھے ہمارے یہ وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ ان جگہوں پہ لوگ آئے ہوں گے۔ درجہ حرارت نقطہ انجماد تک پہنچ چکا تھا۔ لیکن ان سٹیشنوں پہ سیاہ وسفید دھاریوں والے اور سرخ پرچم لہرا رہے تھے جس ڈبے میں ہم سوار تھے اس پہ بھی ایک سرخ بینر اور جمیعۃ کا پرچم لہرا رہا تھا۔ اب یاد نہیں پڑتا کہ کس سٹیشن کی بات ہے ایک آدمی سے پوچھا گیا کہ کہاں سے آئے ہو؟ اس نے جواب دیا۔ سجاول سے۔ سجاول کتنی دور ہے؟ یہاں سے ستر میل ہے۔ یہ تو وہ شخص تھا جس سے پوچھا گیا۔ خدا جانے لوگ کتنی کتنی دور سے آئے تھے۔

شعلہ عشق کی حرارت

روہڑی جنکشن پہ جب گاڑی پہنچی تو مؤذن اللہ اکبر کی صدا پکار رہا تھا اور اشہد ان محمد الرسول اللہ کا نغمہ گونج رہا تھا لوگ ہزاروں کی تعداد میں نہ جانے کب سے اور کہاں کہاں سے کھنچ کر چلے آئے تھے۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ سپیشل لاریوں پہ لوگ دور دور سے آئے ہیں اگرچہ گذشتہ سٹیشنوں پہ بھی آغا صاحب خطاب کرتے آئے تھے لیکن پاٹ دار آواز کے باوجود پورے مجمع تک اپنی آواز

نہ پہنچا سکتے تھے۔ روہڑی سٹیشن پر لاؤڈ سپیکر کا انتظام تھا یہاں سے مولانا لقمان صاحب بھی ساتھ مل گئے۔

مولانا ضیاء القاسمی، مولانا منظور احمد چنیوٹی اور

مولانا محمد لقمان صاحب کے خطاب کے بعد آغا صاحب نے خطاب کرتے ہوتے فرمایا کہ اس پیچ لبشرات میں عشق نبوت آپکو کھینچ کر لایا ہے میں اس کی قدر کرتا ہوں۔ اور یقین دلاتا ہوں کہ میری پوری زندگی اس کے لئے وقف ہے۔ میں تہیہ کر چکا ہوں کہ تحفظ ختم نبوت کی خاطر کسی قربانی سے دریغ نہیں کروں گا۔ آغا صاحب کے خطاب کے دوران یوں محسوس ہوتا تھا کہ پھوری کی پیج بستہ صبح نہیں بلکہ مئی کی دوپہر ہے۔

آغا صاحب کی دلآویز مسکراہٹ

صادق آباد سگنل کو جب خیبر میل نے عبور کیا تو ہم نے کھڑکی سے سر باہر نکال کر دیکھا تو ہر طرف سیاہ و سفید اور سرخ پرچم لہراتے نظر آئے۔ نعروں کی گونج میں انجن اور گاڑی کا شور دب کر رہ گیا۔ گاڑی رکی معلوم ہوتا تھا پورے شہر کی آبادی سٹیشن پر آ گئی ہے۔ جمعیۃ علماء اسلام، تحفظ ختم نبوت، مجلس احرار اسلام کے علاوہ جماعت اسلامی، پیپلز پارٹی تمام سیاسی جماعتوں کے سرکردہ اصحاب و افراد جمع تھے۔ ہر شخص کی خواہش تھی کہ آغا صاحب کے قریب پہنچے مگر یہ ممکن نہ تھا۔ آغا صاحب کے ہمراہی اور رضا کار ہر سٹیشن پر صبر آزما مرحلے سے دوچار ہوتے تھے۔ ہزاروں افراد کی یہ کوشش ہوتی کہ وہ آغا صاحب کے قریب آئیں۔ آگے بڑھنے مصافحہ کی کوشش ہوتی۔ نعروں کی گونج۔ جوش و خروش کے اس عالم میں ہماری کوشش یہ ہوتی کہ آغا صاحب کمزور ہیں وہ ہر ایک سے مصافحہ کریں گے تو تھک جائیں گے مگر ہماری یہ کوششیں بے کار ثابت ہوتی۔ آغا صاحب جب باہر تشریف لاتے تو ان کی دلآویز مسکراہٹ اور قیامت ڈھاتی اس وقت کی کیفیت عجیب ہوتی تھی جس کو الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں اس جوش و خروش میں مولانا محمد ضیاء القاسمی یا کوئی اور ساتھی کچھ بیان کرتے اور سکون اس وقت ہوتا جب آغا صاحب خطاب شروع کرتے آغا صاحب کی مسکراہٹ اور غم و غصہ دونوں ہی عجیب سماں پیدا کرتے ہیں۔ مسکرائیں تو معلوم ہوتا ہوتا ہے کہ پوری کائنات مسکرا رہی ہے اور جب جوش میں آ کر شعلہ بیان ہوتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ آتش فشاں لاوا اگل رہا ہے یا بجلی کوند رہی ہے۔

وزیر یا مشیر

صادق آباد کے بعد ریاست بہاولپور کا خوبصورت شہر رحیم یار خاں آ رہا تھا۔ صادق آباد کے بعد رحیم یار خاں کا فاصلہ ہی کتنا ہے خیبر میل فراٹے بھرتی ہوئی چند منٹ میں وہاں پہنچ گئی۔ ہم حیران تھے کہ جس مسئلہ کی نزاکت و اہمیت کا حکومت کو ذرا احساس نہیں۔ عوام کے نزدیک ملک کا سب سے بڑا مسئلہ وہی ہے کاش کوئی وزیر یا صدر کا مشیر اس ٹرین میں سفر کرتا تو اسے پتہ چلتا کہ جس انسان کو حکومت نے ڈیفنس رولز آف پاکستان کے تحت گرفتار کر کے نو مہینے جیل میں رکھا اس کی عظمت و محبت لوگوں کے دلوں میں کس قدر ہے قیام پاکستان کے بعد شاید ہی کسی بڑے سے بڑے انسان کو اس طرح عقیدت و محبت کے پھول پیش کئے گئے ہوں گے جس طرح ناموس رسالت کے اس خادم کو پیش کئے جا رہے تھے۔

یہ رحیم یار خاں تھا صادق آباد ضلع رحیم یار خاں کی تحصیل کا صدر مقام ہے جو فرق تحصیل اور ضلع کے صدر مقام میں ہوتا ہے یہاں سٹیشن پر تھا۔ ہر طبقہ و خیال کے لوگ ہزاروں کی تعداد میں جمع تھے۔ رحیم یار خاں کی جمعیۃ علماء اسلام کی جانب سے یہاں ناشتہ پیش کیا گیا۔

دل کا خون شریک کرتا ہوں

رحیم یار خاں کے بعد خان پور جنکشن تھا جہاں جمعیۃ کے مرکزی امیر حافظ الحدیث مولانا محمد عبد اللہ صاحب درخواستی کا قیام ہے اور اس کے نواح میں دین پور شریف ہے۔ جہاں حکیم انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ اور حضرت مولانا احمد علیؒ کے شیخ و مربی حضرت مولانا دین محمدؒ ابدی نیند سو رہے ہیں اور اس خیال سے آغا صاحب پر ایک کیفیت سی طاری تھی

خان پور سٹیشن پر حضرت دین پوری کے صاحبزادہ و جانشین حضرت مولانا میاں عبد الہادی پلیٹ فارم پر بنے ہوئے ایک سٹیج پر فروکش تھے ایسے میاں صاحب کا تعرف کہئے یا حسن اتفاق کہ بائیڈ بہیں وہاں آ کر رکا جہاں سٹیج تھا آغا صاحب دروازے پر آئے تو دیکھا سامنے حضرت تشریف فرما ہیں جنہوں نے آغا صاحب کو اپنی گود میں لینے کے لئے دونوں ہاتھ پھیلا رکھے تھے۔ اس وقت کا عالم اور کیفیت قابل دید تھی۔ وقت کا بہت بڑا شیخ اور درویش جو کبھی کسی امیر یا وزیر یا دنیادار کے دروازے پر نہیں گیا۔ اور یہ لوگ اس کے دروازے پر حاضری کو دارین کی سعادت خیال کرتے ہیں انداز خسروانہ رکھنے والا یہی مرد قلندر آج کوسوں دور سے آ کر شمع رسالت کے ایک پروانے کو دعا دینے کے لئے بے تابانہ سٹیشن پر انتظار کر رہا تھا لوگوں نے رستہ دیا اور آغا صاحب بکمال ادب و فرط عقیدت جھکتے ہوئے میاں صاحب کے پاس پہنچ گئے حضرت میاں صاحب نے مصافحہ کیا سر پر ہاتھ پھیرا اور آغا صاحب نے ان کے ہاتھ چوم لئے میاں صاحب بیٹھ گئے اور آغا صاحب نے وہیں کھڑے ہو کر مجمع کو خطاب کیا صرفی کاہل کی توجہ سے آغا صاحب کا خطاب شنیدنی تھا فرمایا کہ تم لوگ سیاہی سے ان کتبوں کو لکھ کر لاتے ہو میں اپنے دل کا خون اس میں شریک کرتا ہوں ناموس ختم نبوت کی خاطر اگر مجھے جان کی بازی لگانا پڑی تو اس سے بھی دریغ نہیں کروں گا۔ میں پیشین گوئی کرتا ہوں اور آپ کو خوشخبری دیتا ہوں کہ تاریک رات کا خاتمہ ہونے والا ہے اور اس کی جگہ صبح طلوع ہونے والی ہے آغا صاحب تقریر کر رہے تھے اور میاں صاحب روتی آنکھوں سے مرحبا، جزاک اللہ فرما رہے تھے۔ حضرت درخواستی ضعف و علالت کی وجہ سے تشریف نہیں لا سکے تھے۔ صاحبزادے کے ہاتھ سلام و دعا اور ناشتہ بھیج دیا تھا میاں صاحب بھی اپنے ساتھ ناشتہ لائے تھے دونوں حضرات کی طرف سے قرآن پاک اور کچھ دیگر چیزیں آغا صاحب کو تحفہ دی گئیں۔

میں احمد پور شرقیہ والوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں

خان پور کے بعد احمد پور شرقیہ آیا تو یہاں بھی مجمع اسی طرح تھا کہ جس طرح پہلی جگہوں پر یہاں کے لوگ سپاسنامہ لکھ کر لائے تھے جو آغا صاحب کی خدمت میں پیش کیا گیا اسلامیان احمد پور شرقیہ کو خطاب کرتے ہوئے آغا صاحب نے فرمایا۔ میں احمد پور شرقیہ کے لوگوں کو سلام کرتا ہوں اور ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ہر سٹیشن پر لوگ زنجیر کھینچ دیتے اور گاڑی لیٹ ہو جاتی تھی لیکن مستعد ڈرائیور درمیانی فاصلہ میں اس کو کچھ نہ کچھ کم کر لیتا تھا۔ احمد پور شرقیہ سے گاڑی چلی تو سمہ سٹہ جنکشن پر رکی۔ سمہ سٹہ بہت بڑا جنکشن ہے لیکن شہر چھوٹا سا ہے۔ اس کے باوجود زائرین کی کثرت تھی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بلیشتر لوگوں کو سٹیشن پر آنے سے روک بھی دیا گیا خطاب یہاں بھی ہوا۔

خطابت کی بوقلمونیاں

سمہ سٹہ کے بعد ریاست بہاولپور کا صدر مقام بہاولپور آنے والا تھا جہاں مسئلہ ختم نبوت پر گواہی دینے کے لئے اس صدی کے سب سے بڑے محدث حضرت علامہ سید انور شاہ کشمیری کئی دن فروکش رہے تھے اور ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج نے کتاب و سنت کے دلائل سننے کے بعد فیصلہ دیا تھا کہ ختم نبوت کا انکار کرنے والا کافر ہے اور اگر کوئی مسلمان مرتد ہو جائے تو اس کا مسلمان بیوی سے نکاح فسخ ہو جائے گا اس بہاولپور کے سٹیشن پر ختم نبوت کے پروانے کا گذر ہو رہا تھا جہاں دیوبند کے مایہ ناز فرزند اور پاکستان کے شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کی تھی۔ جن کا ختم نبوت اور مسئلہ ارتداد پر لکھا ہوا رسالہ "الشہاب الثاقب" برسوں سے سب سے بڑے اسلامی ملک پاکستان میں ضبط ہے اور اس کی اشاعت ممنوع ہے یہاں سے مولانا علاء الدین آزاد بانی اسلامی مشن پاکستان مولانا غلام محمد مبلغ تحفظ ختم نبوت اور مولانا غلام مصطفےٰ صاحب مبلغ مجلس احرار اسلام سوار ہوئے۔ مولانا عبد الشکور دین پوری اور دیگر کئی اور ساتھی سابقہ سٹیشنوں سے سوار ہو چکے تھے۔ اور پروانے کے گرد پروانوں کا ہجوم تھا۔ آغا صاحب ہر سٹیشن پر خطاب فرماتے تھے لیکن ہر جگہ نیا انداز بیان ہوتا تھا اور ہم سب خطابت کے اس شہسوار کی خطابتی رنگینیاں اور بوقلمونیاں دیکھتے سنتے آ رہے تھے

خطیب پاکستان کا شہر

بہاولپور کے بعد گاڑی شجاع آباد رکی جہاں تحریک ختم نبوت کے عظیم سالار خطیب پاکستان قاضی احسان احمدؒ سو رہے ہیں۔ قاضی صاحب آغا صاحب کے عمر بھر کے ساتھی تھے لیکن آغا صاحب کی گذشتہ نظر بندی کے دوران ان سے جدا ہو گئے تھے۔ جیل میں قاضی صاحب کی وفات کی خبر سن کر اس شخص پر کیا گذری کہ جس کے سب ساتھی ایک ایک کر کے مفارقت دیئے جا رہے تھے۔ اس کو آغا صاحب ہی جانتے ہیں۔ اب بھی جب کبھی قاضی صاحب کا ذکر آتا ہے تو آغا صاحب کی آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں۔ گاڑی شجاع آباد کی تو سفیر اسلام (یہ لقب قاضی صاحب کو آغا صاحب نے دیا تھا) کے شہر کے متوالوں کے ہجوم کا وہی عالم تھا جو گذشتہ جگہوں پر تھا لیکن آغا صاحب کی حالت دگرگوں تھی۔ کاش آج قاضی صاحب زندہ ہوتے اور وہ آغا صاحب کو ان کی فتح و کامرانی پر مبارکباد دیتے آغا صاحب پرنم آنکھوں کے ساتھ دروازے پر آئے اور فرمایا! کہ واپس جاؤ تو قاضی صاحب کی قبر پر جا کر ان کو میرا سلام کہنا اور بتانا کہ تمہارا بھائی شورش آج کامیاب و کامران ہو کر تمہارے شہر سے گذرا ہے۔ تحفظ ختم نبوت کی خاطر اسے موت کے دروازے تک جانا پڑا لیکن کے دروازے پر دستک دے کر کامیاب واپس آ گیا ہے۔ اس کے جسم میں جب تک خون کا آخری

قطرہ موجود ہے وہ آپ کے مشن کو زندہ رکھے گا۔ اور اس کے
عزم و ثبات کے سامنے کوئی طاقت نہیں ٹھہر سکے گی احمد پور شرقیہ
سے لاؤڈ سپیکر ساتھ تھا۔ آغا صاحب نے بھرائی ہوئی آواز
میں قاضی صاحب کو سلام و عقیدت پیش کرتے ہوئے ہزاروں
افراد کو تڑپتا بلکتا چھوڑ کر روتے ـــ اور ہم سب کو رلاتے
ہوئے اس سرزمین کی طرف روانہ ہو گئے جہاں تحفظ ختم نبوت
کی تحریک کے سالار اعظم۔ تحریک آزادی کے نامور جرنیل۔ اور
اردو زبان کے سب سے بڑے خطیب۔ بلبل ریاض رسول سید
عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی آخری آرام گاہ ہے۔

آغا صاحب بیہوش ہو گئے

ملتان چھاؤنی کا اسٹیشن آیا تو سب سے پہلے پولیس کے
اعلیٰ حکام اور مجسٹریٹ وغیرہ دکھائی دیئے اس کے بعد اللہ اکبر
زندہ باد کے ـــ فلک شگاف نعروں کی گونج مختلف قسم
کے کتبوں، پرچموں، اور انسانوں کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر
کے علاوہ نہ کچھ سنائی دیتا تھا نہ کچھ دکھائی دیتا تھا۔ ملتان وہ تاریخی
شہر ہے جس کے در و دیوار کو پہلی صدی ہجری کا عظیم مجاہد
محمد بن قاسم صرف سترہ سال کی عمر میں دستک دے کر واپس
ہوا تھا۔ اور جہاں چودھویں صدی کا عظیم مجاہد بخاریؒ سو رہا ہے
اور آج وہیں ختم نبوت کا ہیرو شورش کاشمیری کھڑا تھا اور سامنے
طلباء، وکلاء، صحافی، اور ہزار ہا افراد کھڑے تھے ملتان چھاؤنی
کے اس عظیم سٹیشن کی در و دیوار نے اپنی زندگی میں شاید پہلی مرتبہ
ایسا عظیم تاریخی استقبال دیکھا ہوا اور یہ سب کچھ عشق ختم نبوت
کے طفیل تھا ـــ پندرہ بیس منٹ کی مسلسل کوششوں
کے بعد سکوت ہوا تو آغا صاحب نے خطاب شروع کیا
آپ نے فرمایا:۔

"میں موت کے دروازے پر دستک دے کر آیا ہوں۔
لیکن منکرین ختم نبوت اور ملک کے جابر حکمرانوں کی موت کا
پیام لے کر آیا ہوں میں موت کی طرف جا رہا تھا لیکن علماء کی
دعائیں میرا تعاقب کر رہی تھیں بالآخر علماء کی دعائیں مستجاب
ہوئیں اور میں فاتحانہ واپس آگیا" فرمایا:۔
"جن لوگوں نے شیخ التفسیر مولانا احمد علیؒ کے لڑکے مولانا
عبید اللہ انور اور دیگر علماء پر لاٹھی چارج کیا اور کرایا انہوں نے
اس شرمناک واقعہ سے اپنی موت پر دستخط ثبت کر دیئے ہیں
اس ملک کی اصل طاقت علماء ہیں جو اس چٹان سے ٹکرائے گا
پاش پاش ہو جائے گا"
اس کے بعد آپ نے طالب علموں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔
طالب علموں پر گولی چلانے والے کبھی فلاح نہیں پا
سکتے ان کا جانا مقدر ہو چکا ہے۔ اب انہیں سنگینیں اور بندوقیں
بچا نہیں سکتیں کوئی بھی حکومت ظلم کے بعد زندہ نہیں رہ سکتی
ان پر عذاب الٰہی آئے گا اور ضرور آئے گا۔ آپ نے ذوالفقار علی
اور دیگر سیاسی قیدیوں کی رہائی اور اپوزیشن کی آٹھ متحدہ پارٹیوں
کی پرزور حمایت کی۔ میں نے آغا صاحب کی کئی تقریریں سنی ہیں
دوران تقریر جب کبھی سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا ذکر آجاتا ہے
تو ان کی آواز بھرا جاتی ہے مولانا داؤد غزنویؒ کی زندگی میں لاہور
جمعیت اہل حدیث کی سالانہ کانفرنس کے آخری اجلاس سے
خطاب کر رہے تھے کہ شاہ صاحب کا ذکر آگیا گلوگیر لہجہ میں
بے اختیار پنجابی زبان میں فرمایا۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ تُوں کتنے یاد آگیوں کاش
توں اج زندہ ہوندا اج تیری بڑی لوڑ سی (شاہ صاحب
آپ کہاں یاد آگئے کاش آج آپ زندہ ہوتے آج آپ کی
بہت ضرورت تھی) اور پھر یہ شعر پڑھا۔

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کئے

ملتان میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:۔ کہ ملتان میرے دینی
مرشد سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا شہر ہے یہاں کی مٹی میرے
لئے بڑی مقدس ہے۔ ان کی قبر پر میری طرف سے جا کر
فاتحہ پڑھنا اور انہیں یہ پیغام دینا کہ تمہارا ایک ادنیٰ سپاہی
ختم نبوت کی جنگ لڑ کر فاتحانہ واپس آیا ہے اور یہ عہد کرتا ہے
کہ جب تک میں زندہ ہوں میری اولاد زندہ ہے آپ کے
مشن کو زندہ رکھیں گے اور ختم نبوت پر کبھی آنچ نہیں آنے
دیں گے حکومت سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں اس
کے علاوہ نہیں اور کیا کہہ سکتا ہوں کہ:۔

تم اپنے جبر پہ نازاں ہو وقت سے پہلے
ہمارے صبر کی افتاد ناگہاں سے بچو!
بچا لیا تمہیں توپوں نے اور تفنگوں نے
مزا تو جب ہے کہ مظلوم کی فغاں سے بچو!

آغا صاحب پر ہیجانی کیفیت طاری تھی اور شدت
جذبات سے رنگ غیر ہو رہا تھا پیچھے کو پلٹے ساتھیوں نے سہارا
دے کر سیٹ پر لٹایا تو بے ہوش ہو گئے۔ ساتھی پریشان ہو
گئے مجمع کا بھی برا حال تھا۔ اور ہر ایک کی خواہش تھی کہ اندر جا
کر خیریت کا حال معلوم کرے۔ احباب نے جھٹ پٹ مختلف
قسم کی اشیاء جو بے ہوشی میں ممد و معاون ثابت ہو سکتی تھیں مہیا
کر دیں ڈاکٹر صاحب بھی آگئے۔ آغا صاحب نے خاصی دیر
کے بعد آنکھیں کھولیں اور جسم کو حرکت دی تو ہم سب کے
اوسان بجا ہوئے ـــ گاڑی پہلے ہی لیٹ تھی
یہاں خاصی دیر رکی رہی نہ جانے کیا بات ہوئی انجن اسٹارٹ
ہی نہیں ہوتا تھا۔ آغا صاحب باتیں کرنے لگے تو انجن اچانک
اسٹارٹ ہو گیا ورنہ تو آہو ایکسپریس کا انجن لگا کر گاڑی چلانے
کا فیصلہ ہو گیا تھا۔

ملتان سٹیشن پر ہر طبقہ کے سرکردہ اصحاب آئے ہوئے تھے
جن کی فہرست طویل ہے۔ مظفر گڑھ، کوٹ ادو، ڈیرہ غازی خاں
تک سے لوگ استقبال کرنے آئے تھے۔ جمعیۃ علماء اسلام
بلا استثناء ہر اسٹیشن پر استقبال کرنے میں پیش پیش رہی اسکے بعد
مجلس احرار اور مجلس تحفظ ختم نبوت کا نمبر رہا ان جماعتوں کے
رہنما ہر جگہ اپنے اپنے پرچموں کے ساتھ آئے تھے۔ اکثر جگہ
پیپلز پارٹی کے کتبے بھی دکھائی دیتے تھے نیشنل پارٹی جماعت
اسلامی، نظام اسلام پارٹی کے سرکردہ اصحاب بھی اکثر جگہ
آئے ہوئے تھے ملتان سے قائد جمعیۃ علماء اسلام حضرت مفتی محمود صاحب
قائد احرار مولانا سید ابوذر بخاریؒ اور دیگر کئی اصحاب سوار
ہوئے اور لاہور تک ساتھ رہے تحفظ ختم نبوت کی طرف سے
مولانا محمد شریف جالندھری ناظم دفتر اور عزیز حافظ حبیب الرحمن
صاحبزادہ مولانا محمد علی جالندھری کھانا لے کر آئے تھے خود حضرت
مولانا نشتر ہسپتال میں ایک اپریشن کی بنا پر صاحب فراش تھے
کی وجہ سے نہ آسکے۔ سلام اور دعا کے ساتھ یاد کیا گیا تھا۔

میں خانیوال ضرور آؤں گا

ملتان کے بعد خانیوال جنکشن آیا گاڑی رکی تو سینکڑوں
افراد گاڑی کی چھتوں پر چڑھ گئے اور ہجوم نے جذبات دلفروز
کا اس قدر اظہار کیا کہ پندرہ منٹ گاڑی رکنے کے باوجود
آغا صاحب کچھ نہ کہہ سکے سوائے اس کے کہ ـــ
میں نے جب دورہ شروع کیا تو خانیوال ضرور آؤں گا۔ مولانا
سید نیاز احمد شاہ گیلانی امیر جمعیۃ علماء اسلام ضلع ملتان اور
چودھری بشیر احمد خاور ایڈووکیٹ نیز مقامی پولیس نے بہت
منت سماجت کی کہ مجمع پرسکون ہو لیکن ایسا نہ ہو سکا یہاں
سے بیسیوں افراد میاں چنوں کے لئے سوار ہوئے مولانا گیلانی
اور خاور صاحب بصد مشکل گاڑی میں سوار ہونے میں
کامیاب ہو سکے۔

مولانا عبید اللہ انور زندہ باد

اسلام زندہ باد کے علاوہ چار نعرے ایسے تھے جو
کراچی سے لاہور تک ہر سٹیشن پر بڑی شد و مد کے ساتھ مسلسل
اور لگاتار لگتے رہے۔ اور ان نعروں کے لگائے جانے پر لوگوں
کا جوش و خروش شباب پر ہوتا تھا وہ چار نعرے یہ تھے

ختم نبوت ـــ زندہ باد
آغا شورش کاشمیری زندہ باد
جمعیۃ علماء اسلام زندہ باد
مولانا عبید اللہ انور زندہ باد

لاکھوں افراد نے یہ نعرے لگائے اور یہ تو وہ لوگ تھے
جو سٹیشنوں پر آگئے تھے ان لوگوں کا شمار کون کر سکتا ہے جو
استقبال میں شریک نہ ہو سکے۔ مقصود یہ ہے کہ یہ نعرے ملک
کے کروڑوں باشندوں کے دل کی آواز تھی۔ جو اگر نہیں پہنچتی
تو ایوان اقتدار تک اور اگر کسی کے کان سماعت نہیں کرتے
تو وہ اصحاب اقتدار ہیں قرآنی الفاظ میں
(ان کے دل ہیں لیکن سمجھتے نہیں ان کے کان ہیں لیکن
وہ ان سے سنتے نہیں ان کی آنکھیں ہیں لیکن وہ ان
سے دیکھتے نہیں "قرآنی آیات کا اردو مفہوم")

راقم الحروف کا شہر

اب میاں چنوں آ رہا تھا میاں چنوں راقم الحروف کا شہر
ہے میں سوچ رہا تھا کہ دیکھیں میرے شہر والے آغا صاحب
کا کس طرح استقبال کرتے ہیں۔ میاں چنوں ایک چھوٹا سا قصبہ
ہونے کے باوجود فخر حاصل ہے کہ آغا صاحب قیام پاکستان کے
بعد دو دفعہ یہاں تشریف لا کر خطاب فرما چکے ہیں آغا صاحب
کے عزیز ترین دوست رازی پاکستانی (مقیم انگلینڈ) کا گھر
بھی یہیں ہے میاں چنوں آیا تو یہاں بھی مجمع کی کثرت کا وہی
عالم تھا بلکہ چھوٹے شہروں میں سب سے زیادہ مجمع
میاں چنوں میں تھا ـــ سینکڑوں افراد نے اپنے سینوں
پر "ختم نبوت کا ہیرو آغا شورش کاشمیری زندہ باد" اور "ختم نبوت
زندہ باد" کے کارڈ لگا رکھے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پورا
قصبہ سٹیشن پر آگیا ہے جن لوگوں کے متعلق وہم و گمان بھی نہ
تھا ان کے چہرے بھی نظر آئے۔ مقامی تنظیموں نے چھوٹے
چھوٹے اشتہارات چھپوا کر منتشر کئے طور پر استقبال کی اپیل
کی تھی۔ حضرت گنگوہیؒ کے مرید اور حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد
خاص حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب اپنی علالت اور پیرانہ سالی

کے باوجود دعا دینے کے لئے تشریف لاتے ہوئے تھے۔ گاڑی یہاں تھوڑی دیر رکتی ہے اس وجہ سے آغا صاحب کا نیچے اترنا مناسب نہ تھا بڑی مشکل سے کئی آدمیوں نے زور سے راستہ بنایا حضرت مولانا نے آغا صاحب کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرا اور آغا صاحب نے ہاتھوں کو بوسہ دیا مولانا نے دعا دی اور چیچہ وطنی کی طرف روانہ ہو گئی۔ میاں چنوں واحد مقام تھا جہاں آغا صاحب ایک فقرہ بھی نہ کہہ سکے البتہ مولانا ضیاء القاسمی نے چند جملے کہے۔

میاں چنوں کے بعد چیچہ وطنی آیا یہاں کے لوگ کیوں دوسرے شہروں سے پیچھے رہتے یہاں بھی وہی عالم تھا حضرت گنگوہی کے خلیفہ ارشد حضرت حافظ محمد صالح بانی جامعہ رشیدیہ کے صاحبزادہ حضرت پیر جی عبداللطیف صاحب تشریف لائے ہوئے تھے۔ آغا صاحب نے ان کی دعائیں لیں مجمع کو سلام کیا اور گاڑی ساہی وال روانہ ہو گئی۔

عاشقوں پر پولیس کا لاٹھی چارج

ساہی وال کا معروف اسٹیشن آیا تو حیرانی کی انتہا نہ رہی سٹیشن پر پولیس زیادہ اور عوام کم تھے معلوم ہوا کہ پولیس نے سٹیشن کی ناکہ بندی کر رکھی ہے اور دو بجے سے پہرہ لگ رہا ہے کسی کو سٹیشن پر آنے کی اجازت نہیں ہے اور اس کے لئے لاٹھی چارج بھی کیا گیا۔ لیکن اس کے باوجود نہ جانے چند افراد کہاں سے اور کس طرح پہنچ گئے ان میں مولانا مقبول احمد نائب ناظم جامعہ رشیدیہ بھی شامل تھے۔ شاید ان کو خصوصی اجازت مل گئی تھی۔ آغا صاحب کو حالات کا علم ہوا تو باہر نکل کر گرجدار آواز میں فرمایا:-

کہ پولیس کا جبر و تشدد لاٹھیاں اور سنگینیں برسر اقتدار طبقہ کو شکست و نامرادی سے نہیں بچا سکتیں ان کا جانا مقدر ہو چکا ہے بس چند دنوں کی بات ہے اندھیرا دور ہو جائے گا روشنی ہر سو پھیل جائے گی۔

دو جی کا جانا ٹھہر گیا ہے صبح گیا کہ شام گیا۔"

آپ نے ضلعی انتظامیہ کو ملامت کی کہ انہوں نے پرامن شہریوں کو آنے سے روکا اور کہا کہ حکومت کی بدتدبیریاں لوگوں کو بددل کر کے تشدد پر ابھارتی ہیں ورنہ لوگ امن پسند ہیں۔

گاڑی چلی تو لوگوں نے جگہ جگہ زنجیر کھینچ کر گاڑی روکی اور یہ سلسلہ ایک میل سے زیادہ دور تک چلا۔ لوگ پھاٹک پر کھڑے تھے لیکن پولیس کی کافی نفری وہاں بھی مستعد کھڑی تھی ذرا آگے جا کر گاڑی روک لی گئی اور لوگ بے تابانہ دوڑے پولیس بھی پیچھے بھاگی۔ دو فرلانگ آگے پہنچے تو وہاں بھی پولیس اور عوام میں مساوات کا عالم تھا۔ حتیٰ کہ دور دور تک لوگ پہنچ کر ایک جھلک دیکھ لینا چاہتے تھے پانچ دفعہ گاڑی روکی گئی جونہی گاڑی کھڑی ہوتی لوگ کھیتوں اور جنگل سے نکلتے گاڑی کی طرف لپکتے لیکن پولیس پہلے استقبال کرتی پھر تعاقب کرتی ساہی وال کی حدود سے باہر دور تک لوگ کھیتوں میں بھاگتے سلام کرتے نظر آئے آغا صاحب مسلسل دروازہ میں کھڑے لوگوں کو سلام کرتے رہے مشکل یہ تھی کہ آغا صاحب تو ایک جانب ہی اپنے عقیدت مندوں کو دیکھ کر خون کے آنسو رو سکتے تھے

اور لوگ دونوں جانب موجود تھے۔ اس نیک کام کے لئے پولیس کی بھاری جمعیت باہر سے بلائی گئی تھی۔

اوکاڑہ ضلع ساہی وال کا بارونق اور مشہور شہر ہے خیال تھا کہ یہاں بھی باتدبیر ایس۔ پی اور ڈی سی کا حکم نامہ پہنچا ہو گا۔ لیکن وہاں آکر دیکھا تو لوگ گذشتہ جگہوں کی طرح موجود تھے شاید وہ یہاں حکم بھیجنا بھول گئے تھے آغا صاحب نے مختصر خطاب میں ساہی وال کا ذکر کیا۔ دوبارہ انتظامیہ کو ملامت کی آنیوالوں کا شکریہ ادا کیا سلام کرتے دعائیں لیتے اندر آ گئے اور گاڑی پتوکی کی طرف چل پڑی۔

ایوب کا مقدر گل کر دیا ہے

پتوکی گاڑی پہنچی تو مشتاقان دید سے پلیٹ فارم بھرا ہوا تھا لیکن وہ آغا صاحب کی دید سے محروم کر دیئے گئے تھے کیونکہ منتظمہ کے اعلیٰ افسر کے حکم سے بجلی گل کر دی گئی تھی آغا صاحب باہر نکلے اور فرمایا:-

انہوں نے سٹیشن کی بتیاں گل نہیں کیں بلکہ ایوب کا مقدر گل کر دیا ہے پولیس کی طفلانہ احمقانہ مذبوحی حرکات عوام میں اشتعال پیدا کرتی ہیں جس سے ان کے دلوں میں حکومت کے خلاف نفرت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

اشتعال پیدا ہوتا ہے

واتے ونڈ گاڑی رکی۔ سید عطاء المہیمن بخاری نے پولیس کی کافی جمعیت اور عوام کم دیکھ کر صدر ایوب مردہ باد کا نعرہ لگایا تو مجسٹریٹ نے کہا کہ اسے گرفتار کر لو۔ پولیس گرفتار کرنے بڑھی تو آغا صاحب باہر نکلے اور پوچھا کیا بات ہے؟ مجسٹریٹ نے کہا قبلہ فرمایئے۔ آغا صاحب نے پوچھا کہ ان کو کیوں گرفتار کرتے ہو؟

اس نے کہا اس نے صدر ایوب مردہ باد کا نعرہ لگایا ہے

آغا صاحب نے کہا تمہارے پاس کوئی ایسا قانون ہے جس کے تحت صدر ایوب مردہ باد کا نعرہ لگانا منع ہو؟

مجسٹریٹ نے کہا اس سے اشتعال پیدا ہوتا ہے۔

آغا صاحب نے کہا اشتعال کن میں پیدا ہوتا ہے؟ آپ میں یا عوام میں۔ آپ کے اشتعال کا اعتبار نہیں رہے عوام تو میں نعرہ لگاتا ہوں دیکھتے ہیں کتنے لوگ زندہ باد کہتے ہیں۔ پھر ہنس کر فرمایا:-

کہ دل آپ کے بھی ہمارے ساتھ ہیں اگرچہ سنگینیں ان کے ساتھ ہیں۔ مجسٹریٹ نے کہا کہ جناب اپنا بندہ لیجئے اور سلام کر کے پیچھے ہٹ گیا۔ مجسٹریٹ کی سختی سے ایک تھانیدار نے پرچم چھین لیا تھا اس نے اب جو یہ ماجرا دیکھا اور لوگوں کے اشتعال کا مظاہرہ دیکھا جو کہہ رہے تھے کہ اگر ہمارا پرچم نہیں دو گے تو ہم پرچم کی توہین برداشت نہیں کریں گے۔ اپنی جانیں دے دیں گے تو اس نے پرچم واپس کر دیا۔

زندہ دلان لاہور

اب اس کے بعد زندہ دلان لاہور کی باری تھی۔ کیسا تاریخی اور شاہی استقبال ہوا۔ کتنے لوگ تھے۔ کتنے لیڈر تھے۔ جلوس نکلا۔ کیسا نکلا۔ کس سج دھج سے نکلا۔ کس آن بان سے روانہ ہوا۔ آغا صاحب کس شان سے اپنے گھر داخل ہوئے اس کی اجمالی کیفیت اخبارات میں آ چکی ہے کوئی صاحب قلم اس

کی تفصیل لکھیں تو مناسب ہو گا۔ میرا موضوع کراچی سے لاہور تک کے درمیانی حالات کو بیان کرنا تھا قلم روکتے روکتے کئی صفحے ختم ہو چکے ہیں۔

حکایتے لذیذ بود دراز تر گفتم

لیکن میرے نزدیک یہ پھر بھی ادھوری اور اجمالی کیفیت ہے جمعیۃ علماء اسلام، مجلس احرار اسلام، مجلس تحفظ ختم نبوت نے خصوصاً اور ہر طبقہ و خیال کے لوگوں اور جماعتوں نے عموماً جس ذوق شوق اور جذبات سے آغا صاحب کا استقبال کیا اور مسئلہ ختم نبوت پر ان کی نظر بندی کے بعد رہائی پر جس والہانہ انداز میں ان سے اپنی عقیدت کا ثبوت دیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ملک کی سب سے بڑی طاقت علماء اور دینی جماعتیں ہیں اور اس ملک سے دینی جذبہ کو کبھی فنا نہیں کیا جا سکتا دین کو ختم کرنے والے خود مٹ جائیں گے لیکن دین اور دین کی حفاظت کرنے والے تاابد زندہ رہیں گے۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اسلام زندہ باد —— ختم نبوت زندہ باد
پاکستان پائندہ باد

ضروری اعلان

راقم الحروف نے اپنے نام کے ساتھ گکھڑوی کی نسبت ترک کر کے سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ کی مناسبت سے "الراشدی" کی نسبت اختیار کر لی ہے لہٰذا احباب مجھے زاہد گکھڑوی کی بجائے "زاہد الراشدی" کے نام سے یاد فرمائیں۔

(زاہد الراشدی متعلم مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ)

جمعیت العلماء اسلام کے جلسہ عام کے چند اہم مناظر

(ابوالوفاء)

ہر شخص اپنے ذہن و فکر اور اپنے مزاج کے مطابق ہر تقریب اور ہر جلسہ کی کارروائی سے اثر لیتا ہے۔ اس لئے مجھے یہ شکایت تو نہیں کرنی چاہیئے کہ ہمارے اخبارات کے رپورٹروں نے جمعیتہ علمائے اسلام کے زیرِاہتمام لاہور کی تاریخی جلسہ گاہ، باغ بیرون موچی دروازہ میں منعقدہ عظیم الشان جلسہ عام کی کارروائی میں بعض انتہائی اہم باتوں کو کیوں نظرانداز کر دیا۔ البتہ اس جلسہ عام میں دوران میں میرے جذبات و احساسات پر جن مناظر کا انتہائی گہرا اثر پڑا۔ ان کا تذکرہ کئے دیتا ہوں۔ ممکن ہے قارئین "وفاق" کو بھی مذکورہ جلسہ کی روداد کے ان پہلوؤں سے دلچسپی ہو جو مجھے متاثر کرنے کا سبب بنے

میرے نزدیک اس جلسہ عام کا جو پہلو غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔ وہ اس کا دینی پہلو ہے۔ میں جب جلسہ گاہ میں پہنچا تو دوسری اذان ہو رہی تھی۔ جس کے بعد جمعیتہ کے ممتاز مرکزی رہنما حضرت مولانا مفتی محمود صاحب نے (عربی) خطبہ مسنونہ پڑھا۔ مفتی صاحب خطبہ پڑھنے میں مصروف تھے اور ہزاروں نمازی دوزانو بیٹھے پورے ادب و احترام اور کامل یکسوئی کے ساتھ خطبہ سُن رہے تھے کہ اتنے میں آغا شورش کاشمیری اجتماع گاہ میں "نازل" ہو گئے۔ "نازل" اس لئے کہتا ہوں کہ اجتماع گاہ ملحقہ سڑک سے کافی نیچی سطح پر واقع ہے۔ اس لئے جب کوئی شخص سڑک سے اجتماع گاہ میں آتا ہے تو وہ آتا نہیں بلکہ اُترتا ہے گویا "نازل" ہوتا ہے تو خیر شورش صاحب نازل ہوئے۔ میری حیرت اور مسرت کی کوئی حد نہ رہی کہ ہزارہا مسلمانوں کا یہ اجتماع — جس میں "شورش پسندوں" کی کوئی کمی نہ تھی — بدستور کامل سکون اور یکسوئی کے ساتھ خطبۂ جمعہ سننے میں منہمک رہا اور کسی بھی شخص نے اپنی جگہ سے جنبش تک نہ کی۔ خطبۂ جمعہ ایسے اہم دینی شعار کے احترام کا تقاضا بلاشبہ یہی تھا اور جمعیتہ کے اس جلسۂ عام کے شرکاء نے اس احترام کو خوب ملحوظ رکھا جس سے میں بیحد متاثر ہُوا۔

جمعہ کی دو رکعت اور سُنن و نوافل کی ادائیگی کے بعد جلسہ عام کی کارروائی شروع ہوئی آغا شورش کو سٹیج پر جمعیتہ کے رہنماؤں کے قریب بٹھایا گیا۔ اب نعروں کا طوفان قابلِ دید و شنید تھا۔ ساتھ ہی بعض دور دراز گوشوں سے تالیاں بجنے کی آواز بھی سنائی دی۔ تالیوں کی آواز سنتے ہی سٹیج سے اعلان کیا گیا:

"آپ حضرات ایک دینی جماعت کے جلسہ میں تشریف فرما ہیں۔ تالیاں بجانا ہماری تہذیب سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ کوئی صاحب تالی نہ بجائے!"

جلسہ عام کے مقررین میں مولانا غلام غوث ہزاروی اور آغا شورش کاشمیری شامل تھے ان حضرات نے اپنی تقریروں میں جس واقعہ کا بار بار ذکر کیا وہ حضرت مولانا عبید اللہ انور پر پولیس کے لاٹھی چارج کا افسوسناک واقعہ تھا۔ مولانا غلام غوث ہزاروی نے جب انتہائی رقت آمیز اور درد انگیز لہجے میں یہ الفاظ کہے کہ:

"پولیس نے ولی ابن ولی پر لاٹھیاں برسائیں" تو میں نے جہاں "لعنت، لعنت" کی غضب ناک صدائیں سنیں، اس کے ساتھ آہوں اور سسکیوں کی ہیجان خیز اور الم انگیز آوازوں نے مجھے بھی آبدیدہ کر دیا اور آغا شورش نے جب تند و تیز انداز لیکن گلوگیر آواز میں یہ الفاظ کہے کہ:

پولیس نے مولانا عبید اللہ انور کو لاٹھیاں نہیں ماریں بلکہ قرآن کے اوراق پھاڑے ہیں۔ اپنے دور کے قطب، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمتہ اللہ علیہ کی قبر پر لاٹھیاں ماری ہیں اور اس درویش اور بزرگ خاتون کے سینے پر لاٹھیاں ماری ہیں جو مولانا عبید اللہ انور کی اور ہم سب کی والدہ محترمہ ہیں۔"

اس موقعہ پر حاضرین جلسہ زار و قطار رو بھی رہے تھے اور جذبات سے بے قابو ہوکر انتہائی جوش و خروش کے ساتھ نعرے بھی لگا رہے تھے اور میں اپنی جگہ پتھر بنا بیٹھا یہ سوچ رہا تھا کہ بعض سرکاری اہل کاروں کی کم ظرفی اور کوتاہ اندیشی انتظامیہ کے سربراہوں کو کس طرح ذلیل و رسوا کرنے کا موجب بن جاتی ہے۔

اس جلسہ عام کا ایک اور اہم پہلو، جس کا ذکر انتظامیہ کے نقطہ نظر سے بھی ضروری ہے۔

ایک مخصوص گروہ کے خلاف عام لوگوں کے جذبات سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ جذبات اس جلسہ میں اپنے نقطۂ عروج پر دیکھے گئے ان جذبات کا تعلق چونکہ عام مسلمانوں کے بنیادی مذہبی عقیدہ سے ہے۔ اس لئے حکمران طبقہ سے میری یہ دردمندانہ درخواست ہے کہ وہ اس ضمن میں محض انتظامی نوعیت کی کارروائیوں اور قانونی پابندیوں پر اکتفا نہ کرے بلکہ عام مسلمانوں کے قابلِ اعتماد اور لائق احترام دینی رہنماؤں سے اس مسئلہ پر گفتگو کے بعد ان کا موقف سمجھنے کی کوشش کرے — بس اسی پر اکتفا کرتا ہوں!!

بقیہ: درسِ قرآن

بھی توفیق عطا فرمائے) کہ قومیں اور افراد — میں تو عرض کرتا ہوں کہ افراد بھی تبھی تباہ ہوتے ہیں جب یہ اللہ کے ساتھ ٹکراتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی کو برباد نہیں فرماتا۔ صحیح حدیث ہے۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لمبی حدیث میں فرمایا — اور وہ حدیث قدسی ہے — یعنی معانی اللہ تعالےٰ کے ہیں اور الفاظ ہیں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ تو بڑے رحیم ہیں۔ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے بندے جب مجھ سے کھانا مانگتے ہیں میں کھانا دیتا ہوں، مجھ سے جب پانی مانگتے ہیں میں پانی دیتا ہوں، مجھ سے جب لباس مانگتے ہیں، میں لباس دیتا ہوں — یعنی میں اپنے بندوں کی دعاؤں کو رد نہیں کرتا۔ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ۝ (حٰم سجدہ ۴۶) وَمَا أَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ۝ (قٓ ۲۹) پھر خود ہی حضورؐ نے فرمایا — اللہ تعالےٰ کی طرف سے اس بات کو ترجمہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندو! جو تم پر مصائب آتے ہیں یہ تمہارے اپنے اعمال کا خمیازہ اور ان کا نتیجہ ہوتے ہیں کہ جب تم وحی کے مقابلے میں اپنے آپ کو لے آتے ہو، میں کہتا ہوں کہ یوں زندگی گذارو، تم کہتے ہو ہم یوں گذاریں گے، تمہارا میرا وحی کے ساتھ جب تقابل ہوتا ہے ۴

۴ - تو پھر میں اس وقت تم کو چھوڑ دیتا ہوں اور جب میری مدد تم کو چھوڑ دیتی ہے تو پھر تم پر میرا عذاب آجاتا ہے — (باقی آئندہ)

بقیہ: مجلسِ ذکر

منٹ نہ لگا اور ہزاروں بچارے تمنائیں کرتے ہیں اور دوسرے بھی دعائیں کرتے ہیں کہ یا اللہ! ان کو تکلیف ہے، نجات دے، ان کا پردہ ہی تو کر دے، لیکن ان کو پردہ نصیب نہیں۔

خلاصہ میں بات یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اللہ ہی کے اختیار میں ہے، میرے آپ کے بس میں نہیں، كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط مرنا ضرور ہے ہر کسی نے۔ جو آیا جانا ضرور ہے۔ لیکن لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّ لَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ٥ (پ ۲۲ س السباء ۳ آیت ۳۰) ایک منٹ موت کو آگے یا پیچھے دنیا کی کوئی طاقت نہیں کر سکتی۔ اگر یہ کر سکتے ہوتے تو پھر نہ آئزن ہاور مرتا نہ کنیڈی مرتا، نہ سقراط مرتا نہ بقراط مرتا، نہ کوئی فیثا غورث مرتا لیکن سب نے مرجانا ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے یہی کسی کو اختیار نہیں دیا نہ موت اپنی ذاتی نہ قیامت۔

اللہ تعالیٰ کو بڑا بول پسند نہیں ہے

گاندھی مہاراج کہا کرتے تھے۔ "میں اَن نہیں کھاتا نہ بکری کا دُودھ پیتا ہوں جُوس پیتا ہوں اور ۱۲۵ سال جیؤں گا۔ خدا نے اس کی مہاتمائیت کا یہیں خاتمہ کر دیا، تین گولیاں ایک ہندو کے ہاتھ سے مروائیں اور سو سال سے پہلے ہی خدا کے ہاں پہنچا دیا۔ اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ خدا کے ہاں تکبر و غرور اور بڑا بول اللہ کو پسند نہیں ہے ؎

تکبر عزازیل را خوار کرد
بزندانِ لعنت گرفتار کرد

اس لئے بڑا بول تو بولنے کی ضرورت نہیں ہے مگر اللہ تعالےٰ سے ڈرنا ضرور چاہئے۔ اللہ تعالےٰ سے دعا یہ ضرور مانگنی چاہئے کہ یا اللہ: یہ ایمان قبر تک چلا جائے، یہ اعتقاد عاقبت میں بھی ہماری نجات کا سامان ہو، نبیؐ کی ہمیں معیت نصیب ہو، آج دنیا میں نصیب ہے تو کل قبر میں اور اس کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کے نبیؐ ہی کی طاعت و فرمانبرداری، انہی کی صحبت اور انہی کی ہمسائیگی نصیب ہو، اور یہ تب ہوگا کہ ہمارا عمل، ہمارا کردار، ہمارا قول فعل کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مطابق ہو، ہماری جنگ جدل، امن زندگی، دشمن دوست کے ساتھ معاہدہ، غیر معاہدہ جو بھی ہو وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طور طریق کے مطابق ہو۔

ووٹ کی بھی بازپرس ہو گی

میں اتنی سی بات پر سرزنش کر رہا ہوں کہ عملی زندگی میں، اجتماعی زندگی میں، سرکاری زندگی میں، عدالتی زندگی میں اسلام سے ہم بہت دُور ہیں، اپنی پبلک زندگی میں دُور ہیں تو اپنی نجی زندگی یعنی پرائیویٹ لائف میں بھی خدا اور رسولؐ کی تعلیمات سے بہت دُور ہیں (اِلاّ ماشاءاللہ) صرف چند آدمی ہوں گے جیسا کہ میں نے حضرتؒ کا قول نقل کیا کہ لاہور کی آبادی ۱۸ لاکھ میں سے ایک بھی کامل مسلمان ہوتا تو میں انگلی رکھ کے بتا دیتا لیکن ہمیں کم از کم قرآن کی روشنی میں اپنا چہرہ مہرہ، خدّ و خال درست کرنا چاہیے ؎

نہ سیرت نہ صورت نہ خالش نہ خط
بمحبوب نامش نہادند غلط

لیکن کس منہ سے ہم اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں؟ اچھا گوشت کھانے والا مسلمان؟ یا ایک کی بجائے چار چار شادیوں پہ ریجھ جانے والا مسلمان؟ یا کوئی اور بھی اسلام کی ذمہ داریاں ہمارے اوپر عائد ہوتی ہیں؟ وہ ذمّہ داریاں عائد ہوتی ہیں تو عمل کون کرے گا؟ ہندو کریں گے؟ عیسائی کریں گے؟ قرآن کو جزدانوں میں لپیٹ کر تو ہم رکھیں اور قرآن کے نام پر پاکستان اور دوسرے ممالک حکومتیں حاصل کریں اور جیسے حکومت مل جائے پھر کون پُرسانِ حال، کون جانتا ہے اسلام کس جانور کا نام ہے۔ یہ قبر میں جا کر بازپُرس ہوتی ہے۔ مَنْ رَّبُّكَ، مَا دِيْنُكَ۔ ووٹ کی بازپُرس ہوگی کہ ووٹ کو صحیح طور پر استعمال کرکے اگر اللہ کے دین کو نافذ کر سکتے تھے، ذرا سا تم رائے کا صحیح معنوں میں استعمال کرتے تو اللہ کے دین کو غلبہ نصیب ہو سکتا تھا۔ اسکولوں کالجوں کے نصاب میں، لاء کالجوں کے نصاب میں، عدلیہ میں، انتظامیہ میں۔ تو پھر آپ کیا کہیں گے؟ برائی ہاتھ سے مٹا سکتے تھے، کیوں نہ مٹائی؟ زبان سے اس کے خلاف جہاد کیوں نہ کیا؟ یہ مُلّاؤں اور مولویوں ہی کا تو کام نہیں رہ گیا، آپ کی تو ذمہ داریاں ان سے زیادہ ہیں، وزارتیں صدارتیں اور گورنریاں آپ کو نصیب ہیں اور اللہ اور اللہ کے رسولؐ کا پیغام جس حد تک ہو سکتا ہے علماء پہنچاتے ہیں تاکہ قیامت کے دن ان کے خلاف ڈگری نہ ہو جائے یہ نہ کہیں رَبَّنَا مَا جَآءَنَا مِنْ نَّذِيْرٍ۔ کہ اے اللہ! کوئی ڈرانے والا نہ آیا۔ علماءِ حق پہنچا دیں گے، آگے عمل کرنا نہ کرنا یہ ان کا کام ہے جن کی یہ ذمّہ داری ہے۔

علماء عہدے کے طلبگار نہیں ہیں

سو اسی لئے ہم تو عہدے سے بچتے ہیں جو اپنے آپ کو کہے میں سب سے زیادہ لائق ہوں اسلام میں اس سے زیادہ نالائق کوئی نہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کو عہدۂ قضا پیش کیا گیا، موت قبول کر لی، عہدۂ قضا قبول نہ کیا۔ کیونکہ ایک بھی جرم ہو جاتا تو بازپُرس ہوتی، پکڑے جاتے، ہزار نیکیاں ہو جائیں، ہزار صحیح عمل ہوتے تو اس پہ تو کوئی بازپرس نہ ہوتی، کوئی غلطی ہوتی تو خدا نخواستہ پکڑے جاتے، اس لئے اس ذمے داری کو لینے کے لئے تیار نہیں۔ لیکن آج چونکہ ہم ان ذمے داریوں سے واقف نہیں اس لئے ادھار کھائے بیٹھے ہیں اپنے سے لاکھوں روپے خرچ کرکے ہزاروں وسائل جھوٹے سچے استعمال کرکے اسمبلیوں، وزارتوں کے لئے جگہ حاصل کرنے کے لئے ہر جھوٹ سچ فریب ایک کر دیتے ہیں۔ دولت روپیہ پیسہ پانی کی طرح بہا دیں گے، زکوٰۃ کیلئے پیسہ نہیں ہے، بہنوں کے حقوق غصب کر رکھے ہیں، زمینداروں اور لینڈ لارڈوں نے حقوق ادا نہیں کئے۔ صلہ رحمی کا حق ادا نہیں کرتے، زکوٰۃ کی پائی نصیب نہیں دینی، لیکن عملاً آپ دیکھ لیجئے گا جب الیکشن کا زمانہ آئے گا تو روپے کی نہریں بہنے لگ جائیں گی پتہ نہیں مال حرام بجائے حرام، کہاں سے اتنا روپیہ جمع ہو گیا۔ اگر حلال کا ہوتا تو زکوٰۃ پہ جاتا، صدقہ خیرات پہ جاتا، کسی دین کی تعلیم کے لئے، کتاب و سنت کی تعلیم کو عام کرنے کے لئے صَرف ہوتا، کوئی مسجد بناتا، کوئی سرائے بناتا، کوئی نیکی کا کام کرتا، یہ اپنی ممبری کے لئے جو دو دو لاکھ روپے برباد کر دیتے ہیں اور کئی کئی سو کئی کئی ہزار دے کر کے ووٹ خریدتے ہیں اور پھر جھوٹ یہ بولتے ہیں کہ ہم نے کوئی پیسہ نہیں خرچ کیا حالانکہ اس سے کئی لاکھوں گنا زیادہ خرچ کیا اور سب کو پتہ ہوتا ہے۔ یہ خلق خدا کو تو دھوکہ دے سکتے ہیں، خدا کو کون

وصوکہ دے سکتا ہے ؟ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ (پ ۳ س آل عمران ع ۵ آیت ۵۴) ایک دن آیا چاہتا ہے جس دن اللہ نے دودھ کا دودھ، پانی کا پانی، حق و باطل کو واضح کر دینا ہے۔ اس دن میرے اور آپ کے اعمال کا بھی محاسبہ ہونا ہے کہ یہ ایک ایک قول جو ہم کہہ رہے ہیں، ایک ایک جملہ کلمہ زبان سے یں یا آپ ادا کر رہے ہیں یا ہمارے اعمال سے کیا نتائج مرتب ہوتے ہیں، یہ سارے میری اور آپ کی نجات یا گرفت کا باعث بننے والے ہیں (قرآن و حدیث کی تعلیمات کے مطابق)

اللہ اور رسول کے دین کو غالب کرنے کی کوشش کیجئے

تو میں اسی لئے آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ اس رمضان کے زمانے میں اپنے چہرے مہرے کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے آئینے میں دیکھئے رتی بھر بھی کمی بیشی ہو تو اس کو دور کرنے کی کوشش کیجئے اور اجتماعی زندگی میں اللہ اور رسول کے دین کو غالب کرنے کی اپنی سی کوشش کیجئے تاکہ ہم تو بچ جائیں اور اگر ہم سے وہ دین غالب نہ ہو سکے جو نبی کا اور آپ کا مشن بھی ہے یعنی هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ؀ (پ ۱۰ س التوبہ آیت ۳۳ ع ۵) کافر مشرک بے ایمان کبھی پسند نہ کریگا لیکن اللہ کے دین کو غالب کرنا اللہ کے نبی کا وہ قرض ہے خلفاء راشدین ہمیں لے کر دے گئے، بیت المقدس تک اور آج ہم نہ ایشیا میں نہ روس میں نہ چین میں، اسلام جہاں تک پہنچا تھا پیچھے آ رہے ہیں، بجائے اس کے کہ آگے بڑھتے اور اسلام پہنچاتے جیسے کمیونزم بڑھ رہا ہے اور اسلام پیچھے ہٹ رہا ہے عیسائی آپ کے ملک میں آ کر کے مسلمانوں کو عیسائی بنائیں اور آپ کو عار نہ آئے، آپ کو شرم و حیا نہ آئے، خوف خدا آپ کو نہ آئے حالانکہ اصل کام آپ کا یہ تھا کہ ساری دنیا کو دین اور اسلام کا پیغام پہنچاتے۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ عیسائیت جو ایک قومی دین تھا وہ انہوں نے بین الاقوامی بنا دیا اور اسلام جو اجتماعی دین ہے، قیامت تک کے لئے آخری دین ہے اور تکمیل کا وعدہ اللہ نے آپ کے ساتھ کیا ہے

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ (پ ۶ س المائدہ ع ۱ - آیت ۳) اور آپ ٹس سے مس نہ ہوں۔ اذان پہ اذان سنتے رہیں اور دکان سے اٹھ کر مسجد میں نہ آئیں۔ اب بتائیے خدا کو کیا جواب دیں گے ؟ کیا یہ بھی آپ میں سے کسی کو پتہ نہیں کہ نماز فرض ہے ؟ یہ نماز، یہ روزے، یہ حج، یہ زکوٰۃ آپ کے لئے نجات کا سامان بھی ہیں اور میری اور آپ کی ہلاکت کا سامان بھی بن جائینگے عمل کریں گے تو نجات ہے، عمل نہ کریں گے زبانی جمع خرچ ہی سے آپ نے کلمہ پڑھا، یا جس دن آپ مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہوئے، ہوش سنبھالا، آپ کے ذمے پورا قانون نافذ ہو گیا۔ اجتماعی بھی، انفرادی بھی، ذاتی بھی اور پبلک بھی لیکن عمل جو کریں گے اسی کے مطابق پھل ملے گا ؎

از مکافات عمل غافل مشو
گندم از گندم بروید جو ز جو

جو بوئیں گے سو کاٹیں گے، جو عمل کریں گے اس کا اجر اور پھل پائیں گے۔

یہ محض وعظ نہیں ہے جو ثواب کی خاطر سنایا جا رہا ہے

یہ باتیں بے سود نہیں، زبانی جمع خرچ نہیں، محض وعظ نہیں جو ثواب کی خاطر سنایا جا رہا ہے، یہ عمل کے لئے ہے، عمل کریں گے تو فائدہ پائیں گے ؎

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا، ہمارے بزرگوں نے اپنا فرض ادا کر دیا اور پھر ہمارے ذمے ڈال گئے اور آپ کے ذمے بھی حصہ رسدی کے مطابق ذمہ داری آ گئی۔ اب آپ کو اور ہمیں اللہ سرخرو کرے کم از کم ہماری ذمے داریاں تو پوری ہو جائیں اور قیامت کے دن ہم بے قصور ثابت ہوں، ہمارا فریضہ ادا ہو جائے۔ ہم پر کسی قسم کا الزام نہ دھرا جائے۔ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہم اسی لئے مجبور ہیں کلمۂ حق کہنے پر کہ کل کو یہ نہ کہیں کہ ہمارے پاس کوئی حق کہنے والا نہ آیا۔ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے میرا ہاتھ ہوگا اور تمہارا گریبان ہوگا خدا کے حضور پیش کروں گا کہ ۳۵ سال قرآن سنایا۔ تم نے اس کان سنا اُس کان نکال دیا تاکہ خدا کی طرف سے حجت پوری ہو جائے تم یہ نہ کہہ پاؤ کہ

رَبَّنَا مَا جَآءَنَا مِنْ نَّذِيْرٍ۔

کلمۂ حق کہنا ہم پر فرض ہے

اب قیامت کے دن مجرم تم ہو، ہمارے خلاف کہیں ڈگری نہ ہو جائے کہ تمہارے بھائی گمراہ ہو گئے تم نے کلمۂ حق کیوں نہ پہنچایا ؟ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے ہم انگریزوں کے خلاف سازشیں بھی کرتے تھے اندر خانے انڈر گراؤنڈ بھی کام کرتے تھے اور سر عام بھی اس کو یہاں سے نکالنے کے لئے جو بھی حربہ استعمال ہو سکتا تھا کرتے تھے لیکن تم مسلمان ہو، کلمۂ حق ضرور کہیں گے تمہارے خلاف سازش نہیں کریں گے کیونکہ اسلام نے اس کی اجازت نہیں دی۔

اب میں اس روشنی میں آپ سے کہتا ہوں کہ میری آپ کی ذمہ داری وہ نبھا کے چلے گئے، اللہ کو پیارے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت جو ان کے ذمے عائد تھی وہ پوری کر دی۔ اب میرا اور آپ کا زمانہ ہے، کلمۂ حق کہنا فرض ہے ہم پر۔ حضورؐ نے فرمایا جس وقت حق کہنے کا وقت ہو، انسان حق نہ کہے وہ شیطان ہی نہیں بلکہ گونگا شیطان ہے اَلسَّاكِتُ عَنِ الْحَقِّ شَيْطٰنٌ اَلْاَخْرَسُ۔ حضورؐ کا ارشاد ہے۔ میں اپنے آپ سے نہیں کہہ رہا ہوں۔ یعنی حق کہنے کے وقت جو گونگا شیطان بن جاتا ہے۔ اور جانتا ہے کہ حق کس طرف ہے اور وہ حق کی حمایت نہیں کرتا حضورؐ نے فرمایا وہ شیطان ہی نہیں بلکہ گونگا شیطان ہے۔

خوف صرف خدا کا ہونا چاہیئے

یہاں قتل ہوتا ہے محض اس خوف سے کہ یہ غنڈے بدمعاش ہیں، ہم کو گواہی دینی پڑ جائے گی، دکان بند کر کے بھاگ جاتے ہیں تاکہ جب موقع آئے گا تو ہم کہہ دیں گے کہ ہمیں پتہ ہی نہیں ہے، جان بوجھ کر جھوٹ بول لیتے ہیں۔ حالانکہ اگر وہ سارے کہہ دیتے کہ اس مجرم کو کیفر کردار تک پہنچائیں تو اس مظلوم کی حمایت میں آپ کی زبان کھل جاتی تو آپ کی نجات کا سامان بنتا الٹا آپ اپنی جان بچاتے ہیں اور ملک میں بدامنی، بےحیائی قتل و غارت گری، چور بازاری اور شرفاء کی عزت و عظمت سب پہ ڈاکے پڑ رہے ہیں، کوئی پرسان حال نہیں۔ ان حالات میں اتنی ہی آپ کو اپنی جان پیاری ہے اور خدا و رسولؐ کے احکام کی بھی لاج رکھنے کی پرواہ نہیں ؟ نتیجہ پھر یہی ہوگا جو ہو رہا ہے، سارے مجرم

ہو جائیں گے ڈٹ کر سارے مقابلہ کریں تو اگر حجاز میں چوری ختم ہو سکتی ہے، شراب ختم ہو سکتی ہے، جوا سٹہ ختم ہو سکتا ہے تو یہاں نہیں ہو سکتا؟ یقیناً ہو سکتا ہے لیکن اس کے لئے ہم وہ کام نہیں کر رہے جو ہمیں کرنا چاہئے۔ صحابہؓ نے کتنی تکلیفیں اٹھائیں، کس قدر اذیتیں برداشت کیں، اسلام کو اور اللہ کے دین کو غالب کر کے ۲۳ سال کی مدت میں چلے گئے، ہم سات آٹھ سو سال سے اس ملک میں ہیں بلکہ زیادہ لیکن آج جتنی بڑی اکثریت میں مسلمان یہاں ہیں اتنے ہی کافر سے اور کفر سے خائف ہیں کہتا ہوں ایک ہندو جو مرغی کی ایک بوٹی نہیں کھا سکتا وہ آپ کا کیا بگاڑ سکتا ہے؟ آپ مٹھی بھر آئے تو حکمران۔ اور آج کروڑوں کی تعداد میں ہیں اور ذلیل و خوار ہیں اور کہتے ہیں فلاں ہمیں کھا جائے گا، فلاں کا ڈر ہے، فلاں کا ڈر ہے۔ یہ ایمان کے مفقود ہونے کی دلیل ہے، اسلام سے بے تعلق ہونے کی دلیل ہے، خدا سے رابطہ اور واسطہ کٹ جانے کی دلیل ہے۔ اگر خدا سے ہمارا رابطہ قائم ہوتا تو پھر دنیا کی کوئی طاقت نہ تھی جو اسلام کا اور آپ کا بال بیکا کر سکتی۔ یہ ایمان کی کمزوری ہے۔ ایمان کی مضبوطی اسی میں تھی جو ہمارے بزرگوں نے کارنامے انجام دئے۔ یعنی مٹھی بھر ہیں ؂

طارق چو برکنارۂ اندلس سفینہ سوخت
گفتند کارِ تو از نگاہِ خرد خطا ست

اور پھر تلوار پہ ہاتھ رکھ کر اس نے دعوٰے کیا کہ ع

ہر ملک ملکِ ماست کہ ملکِ خدائے ماست

کہ ہم آئے ہیں یہیں رہنے کے لئے، اللہ کا نام بلند کرنے کے لئے، واپس جانے کے لئے نہیں آئے۔ یا مریں گے یا فاتح ہو کے جائیں گے یعنی یا تو شہید بنیں گے یا یہ ہے کہ ہم اللہ کے دین کو یہاں غالب کریں گے اور اللہ کے دین کے غلبے کے لئے چاہے جان بھی ہارنی پڑے تو ہار دیں گے ؂

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی　　حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اب اس روشنی میں میں اور آپ کیا جواب دے سکتے ہیں؟ بہر حال میرا جو فرض تھا ٹوٹی پھوٹی زبان میں طالب علمانہ انداز میں آپ کی خدمت میں عرض کر دیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے اللہ تعالیٰ مجھے، آپ کو ان افکار کو عملی زندگی میں رائج کرنے کی توفیق عطا فرمائے ــــ وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

بقیہ: خطبۂ جمعہ

حاصل یہ نکلا کہ انسان کے لئے لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے، قوت و حکومت میں کسی کو اس کا ساجھی نہ سمجھے اور اس کا ایمان ہو ؂

سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آذری

مسلمان کی زندگی کے سارے کام اللہ ہی کے احکام کے مطابق عمل میں آنے چاہئیں، اس کا جینا اور مرنا اسلام پر ہونا چاہیئے۔ اور اس کی حیاتِ چند روزہ کا ایک ایک لمحہ یادِ الٰہی میں صرف ہونا چاہیئے کیونکہ مسلمان کی زندگی اور موت سب کچھ درحقیقت اللہ ہی کے لئے ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی زندگیاں اسلام کی راہ میں وقف کرنے کی توفیق دے اور استقامت کی نعمت سے نوازے۔ آمین۔

ضرورت استاد

ہمیں اپنے ادارہ فاروق کالج لیاقت آباد (کوٹ لکھپت) کے لئے ایک ایسے متشرع اور ہم مسلک استاد کی فوری ضرورت ہے جو میٹرک کلاس کو حساب، انگریزی پڑھانے کا تجربہ رکھتے ہوں۔ مشن کے تحت کام کرنے والوں کو ترجیح دی جائے گی۔ قریب کے حضرات بالمشافہ گفتگو کر سکتے ہیں۔ دور کے حضرات اپنی درخواستیں زیر دستخطی کو بھیج دیں۔ (حافظ قاری فیوض الرحمٰن ڈبل ایم اے۔ پرنسپل فاروق کالج وخطیب جامع ست گھرہ انارکلی لاہور)

واہ کینٹ میں درس قرآن وحدیث

ہمارا درس قرآن وحدیث ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ کے دوران بھی بلاناغہ ہوا لیکن گذشتہ ماہ ہمارے سرپرست جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب دامت برکاتہم پر جو حادثہ فاجعہ گذرا اس کی وجہ سے بندہ اور حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینی صاحب پریشانی کے عالم میں عازم لاہور ہوگئے لہٰذا درس کی منسوخی کا اعلان مقامی اخبارات میں کر دیا گیا۔ اب یہ درس انشاء اللہ حسب معمول ۲۶ر جنوری صبح دس بجے بنگلہ ۱۵ جامن روڈ واہ کینٹ میں ہوگا (محمد عثمان غنی بی اے منتظم درس قرآن وحدیث ۱۹/E واہ کینٹ)

تبلیغی اجلاس

جامع مسجد الٰہی سکول محلہ منڈی بہاؤالدین میں ہفتہ وار تبلیغی اجلاس منعقد ہو رہے ہیں جن میں ۲۴ر جنوری کے اجلاس میں مولانا عبدالقادر آزاد اور ۳۱ر جنوری کو مولانا عبدالعزیز بھٹی خطاب فرمائیں گے۔

(ڈاکٹر فضل الٰہی جنرل سیکرٹری اشاعۃ التوحید والسنۃ منڈی بہاؤالدین)

"شمع ہدایت" جس میں احکام متعلقہ ایمان و شریعت درج ہیں صرف دس پیسے کے ٹکٹ بھیج کر مفت طلب کریں۔
عبدالجلیل کوارٹر ۲ ۔ متصل ڈاک خانہ ویسٹ وہارف کراچی ۲

بچوں کا صفحہ

ہمارے بزرگ

حضرت عبداللہ ابنِ مبارک رحمۃ اللہ علیہ

ایک بار ایک عالم کی تقریر سننے گئے تو پوری تقریر یاد کر لی اور لوگوں کے پوچھنے پر پوری تقریر ٹھیک ٹھیک سنا دی ایک لفظ بھی نہ بھولے۔ لوگ سُن کر دنگ رہ گئے —— یہ سب اللہ کی مہربانی ہے۔ جسے چاہے عزت دے۔ حضرت عبداللہ پر اللہ کی مہربانی ہی تھی کہ وہ تھوڑے دنوں میں بہت بڑے عالم ہو گئے۔ اور دُور دُور تک اُن کا چرچا پھیل گیا۔ اب وہ جہاں جاتے لوگ ان کی عزت کرتے اور سر آنکھوں پر بٹھاتے۔ حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ کے استاد بھی ان کی بڑی عزت کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ کے ایک استاد تھے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ۔ ایک خراسانی نے حضرت سفیانؒ سے قرآن و حدیث کی ایک بات پوچھی فرمایا "تمہارے یہاں خراسان میں سب سے بڑا عالم موجود ہے اور مجھ سے پوچھنے آئے ہو" اُس خراسانی نے پھر پوچھا۔ "ہمارے یہاں خراسان میں وہ عالم صاحب کون ہیں؟ ان کا نام کیا ہے؟" فرمایا "عبداللہ ابن مبارک" "آج کل ان سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں"

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت عبداللہؒ کے استاد تھے۔ وہ بھی ان کو بڑا عالم مانتے تھے اور ان کی تعریف کیا کرتے تھے۔ اسی طرح سارے استاد انہیں مانتے تھے۔ اور سب عزت کرتے تھے۔

لوگ عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی عزت اتنی کرتے تھے کہ بادشاہ کی عزت بھی اتنی نہیں کرتے تھے۔ ایک بار یہ ایک شہر (رقہ) میں گئے اس وقت وہاں بادشاہ ہارون رشید ٹھہرا ہوا تھا۔ بادشاہ اپنی بیگم کے ساتھ ایک محل کے کمرے میں بیٹھا تھا اور باہر میدان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اچانک دیکھا کہ لوگ ایک طرف بھاگے جا رہے ہیں اور اتنی بھیڑ ہے کہ ختم ہی نہیں ہوتی۔ ہارون رشید کی بیگم نے پوچھا کہ اتنی بھیڑ کیوں ہے اور سب لوگ کہاں بھاگے جا رہے ہیں؟ جواب ملا کہ خراسان کے سب سے بڑے عالم حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ آ رہے ہیں۔ سب ان کو لینے شہر سے باہر جا رہے ہیں۔ بیگم نے یہ سنا تو بولی۔ سچ پوچھو تو بادشاہ یہ ہیں بھلا ہارون رشید بادشاہ کیا ہے جو پولیس اور سپاہیوں کے بغیر لوگوں کو جمع نہیں کر سکتا۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ اتنے بڑے عالم تھے لیکن انہوں نے اپنے علم سے روپیہ پیسہ نہیں بٹورا اور نہ اس کے بدلے کوئی رقم لی۔ وہ کپڑے کی تجارت کرتے تھے اس میں ان کو بڑا نفع ہوتا تھا لیکن وہ یہ رقم اپنے اوپر نہیں خرچ کرتے تھے۔ غریبوں اور بے باپ کے بچوں اور قرآن و حدیث کا علم سیکھنے والوں پر خرچ کر دیا کرتے تھے۔ علم سیکھنے والوں کو وہ بہت زیادہ دیتے تھے۔ یہ اس لئے کہ وہ اِدھر اُدھر اپنی ضرورت پوری کرنے نہ جائیں اور جی لگا کر پڑھیں۔

قرض دار کا قرض ادا کرا دینے کا بڑا ثواب ہے۔ پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مال دار مسلمانوں کو اس طرف دھیان دلایا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ قرض داروں کا قرض اپنے پاس سے ادا کر دیا کرتے تھے۔ ایک بار کسی نے کہا کہ سات سو کا قرضدار ہوں انہوں نے اُسے سات ہزار دے۔

ایک بار ان کے ایک شاگرد پر بڑا قرض ہو گیا وہ بے چارا ادا نہ کر سکا تو اسے جیل بھجوا دیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کو معلوم ہوا تو دس ہزار بھیجے اور جھٹ وہاں سے چل دیے شاگرد کو معلوم بھی نہ ہو سکا کہ اُسے کس نے چھڑایا۔

اصل بات یہ ہے کہ حضرت عبداللہؒ نام کے لئے یہ نہیں کرتے تھے۔ اسی لئے چاہتے تھے کہ ان کی نیکی کوئی جان نہ سکے مگر وہ چھپتی نہ تھی۔ ان کو جہاد کا بھی بڑا شوق تھا۔ ایک بار ایک جہاد میں شریک ہوئے۔ کافروں سے بڑی بہادری سے لڑے۔ دشمن کے تین بڑے بڑے بہادروں کو للکار کر قتل کیا۔ لیکن اس طرح کہ اپنا چہرہ چھپائے ہوئے تھے۔ دیکھنے والے حیران تھے کہ یہ کون بہادر ہے آخر ایک آدمی نے بڑھ کر چادر کھینچ لی۔ چہرہ کھلا تو لوگوں نے دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ ہیں۔ آپ جو بھی کام کرتے اللہ کی خوشی کے لئے کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ اتنے بڑے عالم تھے، مال دار تھے، بہادر تھے سب لوگ ان کی عزت کرتے تھے لیکن ان میں گھمنڈ ذرا نہ تھا۔ اگر کوئی ان کی تعریف کرنے لگتا تو بہت بُرا مانتے تھے اور اُسے چپ کرا دیتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے ۶۳ برس کی عمر پائی۔ اتنی ہی عمر پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوئی۔ اس پر لوگوں نے بڑے پتے کی بات کہی کہ حضرت عبداللہؒ پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات پر عمل کرتے تھے۔ اللہ نے یہ کیا کہ عمر بھی اتنی ہی دی۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ ۱۳ رمضان ۱۸۱ھ میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ جس نے سنا اس کو بڑا رنج اور دُکھ ہوا۔ خلیفہ ہارون الرشید کو معلوم ہوا تو اس پر بھی بڑا اثر ہوا۔ اس نے کہا "افسوس عالموں کے سردار کا انتقال ہو گیا"

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں بڑے بڑے عالم اور امام ہوئے جن میں سب سے زیادہ مشہور امام احمد بن حنبلؒ، یحییٰ بن معینؒ، ابوبکر بن شیبہؒ، حبان بن موسیٰؒ اور عبدالرحمٰن بن مہدیؒ ہوئے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں ان جیسے کام کرنے کی طاقت عطا فرمائے۔ آمین!

خدام الدین خود پڑھیں، دوسروں کو پڑھائیں اور ثواب دارین حاصل کریں۔